فوایدِ رُکنی
مکتوبات حضرت شرف الحق والدین احمد یحییٰ منیریؒ
ترجمہ :-
سیّد غلام صمدانی نقوی
SEERAT FOUNDATION LAHORE
سیرت فاؤنڈیشن
سیرت فاؤنڈیشن ۔ لاہور

فوایدِ رُکنی

مکتوبات حضرت شرف الحق والدین احمد یحییٰ منیریؒ

ترجمہ:-

سیّد غلام صمدانی نقوی

سیرت فاؤنڈیشن
۸۵۵۔این۔ سمن آباد ○ لاہور

انتساب

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف

کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لئے

الحاج **محمد ارشد قریشی** رحمۃ اللہ علیہ، بانی **تصوف فاؤنڈیشن**، لاہور

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب ان کی یاد سے وابستہ ہے۔

سیرت فاؤنڈیشن کی تمام مطبوعات کی اشاعت میں

خصوصی معاونت کے لئے ادارہ

محترم جناب سردار **محمد فیصل خان** چشتی صاحب

کا بے حد ممنون ہے۔

فہرست مندرجات

	مندرجات	صفحہ
۱	پیش لفظ	۹
۲	تعارف	۱۷
۳	فایدہ (۱) عشق و محبت فرض ہے۔	۱۹
۴	〃 (۲) کشتیٔ عشق کا ملاح عنایتِ حق کے سوا کوئی نہیں۔	۲۴
۵	〃 (۳) ہر ایک اپنی نیت کے مطابق محشور ہو گا۔	۲۶
۶	〃 (۴) طلبِ حق سے زیادہ کوئی اور چیز تم پر فرض نہیں۔	۳۱
۷	〃 (۵) دنیا جائے قرار و آرام نہیں۔	۳۴
۸	〃 (۶) گناہ کرنا اور توبہ کرنا آدم اور ان کے فرزندوں کا کام ہے۔	۳۹
۹	〃 (۷) تجرید و تفرید مُرید کے لیے شرطِ راہ ہے۔	۴۲
۱۰	〃 (۸) بشر خلاصۂ موجودات اور زبدۂ مخلوقات ہے۔	۴۶
۱۱	〃 (۹) توبہ کے مقام کا درست کرنا مہماتِ کار سے ہے۔	۵۲
۱۲	〃 (۱۰) درویشی اور مسکینی راحتِ تمام ہے کہ دنیا کے فتنوں اور اہل دنیا کی بلاؤں سے محفوظ ہے۔	۵۵
۱۳	〃 (۱۱) مُرید کو ابو بکر صدیقؓ کی طرح اور پیر کو محمد مصطفےٰ کی طرح ہونا چاہیئے۔	۵۷

مندرجات

صفحہ

۱۴	فایدہ (۱۲) دنیا بڑی مکار، بے وفا اور بوقلموں ہے۔	۶۲
۱۵	〃 (۱۳) خلق میں نیک نامی منافقت کی علامت ہے۔	۷۴
۱۶	〃 (۱۴) مشائخ کے کلمات روئے زمین پر خدا کا لشکر ہیں۔	۷۷
۱۷	〃 (۱۵) صاحبانِ ہمت اور طالبانِ حق کون ومکاں کے اسیر نہیں۔	۸۳
۱۸	〃 (۱۶) دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	۸۵
۱۹	〃 (۱۷) اولیاء اللہ میں تین سو چھپن ایسے ہیں جو ہمیشہ عالمِ سیر میں رہتے ہیں۔	۸۹
۲۰	〃 (۱۸) سالک جب تک عالمِ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت سے نہیں گذرتا مقصود کو نہیں پاتا۔	۹۲
۲۱	عربی عبارات کی فہرست اور اُن کا ترجمہ۔	۲۱

پیش لفظ

(از سیّد محمّد ابو صالح جاجنیری فردوسی ابن
سیّد محمّد اسمٰعیل شیخ پوردی غفر اللّٰہ ذنوبہٗ وستر اللّٰہ عیوبہٗ)

کتاب کا تعارف فواید رکنی حضرت شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰی منیری قدس سرہٗ العزیز کے نصائح اور ارشادات کا مجموعہ ہیں۔ حضرت مخدومؒ کے ایک مرید خاص حضرت رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ نے سفرِ حج کا ارادہ کیا تو اپنے پیر و مرشد سے درخواست کی کہ انھیں کچھ ہدایات و ارشادات عطا ہوں کہ زادِ سفر اور رہبر حضر ہوں۔ حضرت مخدومؒ نے سلوک و معرفت کے اٹھارہ عنوانات کے تحت اپنے نصائح اور ارشادات سے مُرید کو نوازا۔ یہ ارشادات "فواید رکنی" کے نام سے ایک رسالے کی شکل میں مرتب کر دیئے گئے۔

ان فواید کی تدوین جیسا کہ تمہید سے ظاہر ہے حضرت مخدوم جہاںؒ نے خود ہی فرمائی تھی۔ اس لیے ان کی صحت میں کلام نہیں۔ ہر چند کہ اِس قلمی نسخے میں صاحبِ تمہید کا نام نامی درج نہیں۔ لیکن اغلب یہی ہے کہ وہ حضرت زین بدر عربی ہیں جنھوں نے مکتوباتِ صدی کی بھی کتابت کی اور اُس کی تمہید لکھی تھی۔ دونوں تمہیدوں کے طرزِ تحریر سے بھی یہی اندازہ ہوتا۔ حضرت زین بدر عربیؒ جیسے عاشقِ ارادت اور عالمِ متبحّر کی تمہید کے بعد ان فواید میں کسی فک و اضافت کا احتمال نہیں رہتا۔

حضرت مخدومؒ کے حالات

حضرت شرف الحق والدین شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز خانوادۂ فردوسیہ کے مشائخ عظام میں ہیں۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت امام محمد تاج فقیہہؒ ۵۷۶ھ میں بیت المقدس سے قصبۂ منیر ضلع پٹنہ (بہار) تشریف لائے اور وہاں کے راجہ کو شکست دے کر قصبۂ منیر فتح کر لیا۔ کچھ عرصے بعد اپنے تین صاحبزادوں شیخ اسرائیل، شیخ اسمٰعیل اور شیخ عبدالعزیز کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے آپ بیت المقدس واپس ہو گئے۔

حضرت شیخ اسرائیل کے بڑے فرزند حضرت مخدوم یحییٰؒ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی پیر جگجوت (جنھوں نے کاشغر کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی) کی بڑی صاحبزادی رضیہ بی بی سے جو خود بھی ایک ولیۂ کاملہ تھیں عقد فرمایا جن سے آپ کو چار صاحبزادے تولد ہوئے۔ شیخ جلیل، شیخ شرف الحق والدین، شیخ خلیل الدین اور شیخ حبیب الدین۔

حضرت شیخ شرف الدین ۲۶ یا ۲۹ شعبان المعظم ۶۶۱ھ کو منیر ضلع پٹنہ میں تولد ہوئے۔ مادۂ تاریخ ولادت "شرف آگیں" ہے۔

حضرت مخدومؒ نے علامہ اشرف الدین ابو توامہؒ سے جو اپنے زمانے کے جید عالم تھے اور بلبن کے عہدِ حکومت میں بخارا سے دہلی آ گئے تھے تفسیر، فقہ، حدیث، علم الکلام منطق، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی اور انہی کی نگرانی میں تمام درسی علوم کی تکمیل فرمائی۔ علامہ ابو توامہؒ کے علمی تبحر نے آپ کو مرجع خلائق بنا دیا تھا جس سے بلبن کو خوف ہوا کہ کہیں آپ حکومت کے دعویدار نہ بن جائیں چنانچہ اُس نے علامہ کو دِلی سے سُنار گاؤں (قدیم ڈھاکہ) چلے جانے پر مجبور کیا۔ دِلی سے سُنار گاؤں جاتے ہوئے علامہ جب منیر پہونچے تو شاگردِ عزیز نے اپنے اُستاد کی پذیرائی کی اور والدین کی اجازت سے اُستاد کے ہمراہ سُنار گاؤں چلے گئے۔ جہاں بائیس (۲۲) سال تک آپ اُستاد کی خدمت

میں رہے۔ اور انہی کی خواہش پر ان کی صاحبزادی سے عقد فرمایا۔

والدِ ماجد حضرت مخدوم یحییٰ کی وفات کی خبر سُن کر اپنے اُستاد سے اجازت چاہی اور اپنے خورد سال فرزند حضرت مخدوم ذکی کو ساتھ لے کر منیر تشریف لے گئے۔

رسمی اور درسی تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ہی روحانی تقاضے بھی بڑھتے گئے اور آپ کسی مرشدِ کامل کی تلاش میں لگ گئے۔ اسی خاطر دِلی کا سفر فرمایا۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مشائخین کی خدمت میں پہونچے لیکن وہاں ان کا حصہ مقسوم نہ تھا۔ پھر پانی پت گئے اور حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ کی خدمت میں پہونچے مگر رُوح کے تقاضے ویسے ہی رہے۔ مگر جب حضرت نجیب الدین فردوسی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے تو دِل نے گواہی دی کہ مدعا اینجاست۔ پیر کامل نے بھی ایک ہی نظر میں مُرید کو پہچان لیا۔ بیعت لی۔ خرقہ اور شجرہ حوالے کیا اور کچھ نصائح بھی لکھ کر عنایت کیے۔ پھر حکم دیا کہ وطن واپس جاؤ اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرمائی کہ اگر اثنائے سفر میں کوئی بُری بھلی خبر ملے تو دِلی واپس نہ آنا۔ مُرید کے رخصت ہونے کے چند دِن بعد ہی پیر نے وصال کیا۔ حضرتِ مخدومؒ کو راستے میں اطلاع ملی مگر پیر کا حکم یاد آیا اور آپ نے سفر جاری رکھا۔ بہار کے ضلع شاہ آباد میں بہیا کے جنگل سے گذر رہے تھے کہ مور کی آواز سُنی۔ بس ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ایک نعرہ لگا کر جنگل میں غائب ہو گئے۔ بہیا اور راج گیر کے جنگلوں میں تقریباً تیس چالیس سال عبادت و ریاضت میں گذارے پھر خلائق کے اصرار پر بہار شریف تشریف لائے جہاں ۶ شوال المکرم ۷۸۲ھ کو ایک سو اکیس (۱۲۱) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آخری وقت آپ یہ دوہے پڑھ رہے تھے۔

شرفا گور ڈراون لس اندھیاری رات
واں نہ پوچھے کوئی تم سے کاہے تمری جات

جی مگن میں ہے آئی ہیں سُہانی ریتیاں
جن کے کارن تھے بہت دن سے بنائی گتیاں

حضرتِ مخدوم نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کے جنازے کی نماز ایسا شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو، تارک سلطنت ہو اور سات قرآتوں کا حافظ ہو۔ یہ سعادت حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کو تفویض ہوئی کیونکہ آپ تینوں صفات کے حامل تھے آپ حضرت مخدومؒ کی مزار پر کچھ دِن چلّہ کش رہ کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ اسی کی طرف کسی بزرگ نے یوں اشارہ کیا ہے ؎

دلا ہرگز نیابی در جہاں ہمچوں شرف پیرے
کہ مالا مال از و شد سیدِ اشرفِ جہانگیرے

حضرتِ مخدومؒ تفسیر، حدیث، فقہ، علم الکلام، منطق اور فلسفے کے متبحر عالم تھے۔ علمِ حدیث کو عام کرنے اور مسلمانوں میں اُس کا ذوق پیدا کرنے میں آپ نے بہت حصہ لیا۔ فقہی معاملات میں آپ سخت گیری اور انتہا پسندی کے قائل نہ تھے اور سہولت و وسعت کو ضروری خیال کرتے تھے۔ فلسفے پر آپ کے تبحر کے بارے میں مولانا عبدالباری ندوی اُستادِ فلسفہ جامعہ عثمانیہ (دکن) نے لکھا ہے۔

”حیرت ہوتی ہے اس شخص (حضرتِ مخدومؒ) کے کلام میں سطر دو سطر نہیں صفحے کے صفحے ایسے نظر آتے ہیں کہ گویا موجودہ زمانے کے مغربی مفکّرین کی کتابوں کا لفظی ترجمہ ہے۔ کانٹ، ہیگل، برکلے اور ہیوم اور ازیں قبیل فلاسفۂ جدید کے نظریات جن پر موجودہ فلسفے کو ناز ہے شاہ صاحب کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔“

حضرتِ مخدومؒ کی یادگار آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ طویل کتب اور مختصر رسائل کے علاوہ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات کے مجموعے بھی ہیں جن میں چند مطبوعہ

ہیں اور اکثر قلمی نسخوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔ تصانیف، ملفوظات اور مکتوبات علوم کے خزانے ہیں جن میں شریعت، طریقت اور معرفت کے سارے ہی مسائل اس حُسن و خوبی سے بیان ہوئے ہیں کہ باید و شاید۔

تصانیف میں ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین، رسالہ تکیہ و ذکرِ فردوسیہ، فواید المریدین، رسالۂ اشارات، رسالۂ اجوبہ اور فواید رُکنی شامل ہیں۔

ملفوظات کے نو مجموعے ہیں معدن المعانی، خوانِ پُر نعمت، راحت القلوب، مخ المعانی، مؤنس المریدین، گنج لایغنیٰ، فواید الغیبی، مغز المعانی اور تحفۂ غیبی۔

مکتوبات کے مجموعوں کے نام مکتوباتِ صدی، مکتوباتِ دو صدی اور مکتوباتِ بست و ہشت ہیں۔

کچھ ترجمے کے بارے میں

۱۹۶۹ء کے ابتدائی دِنوں میں مجھے بہار (ہندوستان) جانے کا اتفاق ہوا۔ بہار پہونچ کر اپنے پیر و مرشد حضرت سید شاہ نجم الدین احمد بلخی الشعیبی الفردوسی ادام اللہ فیوضہٗ و برکاتہٗ کی خدمتِ بابرکت میں حاضری دی۔ مُرشدی و آقائی نے "فواید رکنی" کا ایک قلمی نسخہ مرحمت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کا اردو ترجمہ کر کے کتابی شکل میں شائع کروا دوں تاکہ عام اردو داں حضرات جو فارسی نہیں جانتے ان بیش بہا نصائح سے بہرہ ور ہو سکیں۔

کراچی واپس ہونے کے بعد ترجمے کے کام کے لیے نظر عزیز قلبی و رُوحی سید غلام صمدانی نقوی صاحب پر پڑی۔ میں نے اُن سے ترجمے کی درخواست کی جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ اور بڑی محنت و کاوش سے یہ کام انجام دیا۔ ترجمہ میرے حوالے کرتے ہوئے مرحوم نے خواہش کی کہ میں اس پر نظرِ ثانی کر لوں۔ یہ اِس لیے

بھی ضروری تھا کہ قلمی فارسی نسخے میں اوراق کی ترتیب بگڑ گئی تھی جس سے ترجمے میں بڑی الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔ میں نے نظرِ ثانی کا وعدہ تو کر لیا مگر مکروہاتِ دُنیوی نے اس کام کی مہلت نہ دی۔ اور افسوس اس سے پہلے ہی جنابِ مترجم ہم سے جُدا ہو گئے۔ صمدانی نقوی صاحب کی وفات نے کچھ اس قدر دِل برداشتہ کر دیا کہ اس کام کی طرف توجہ ہی نہ ہوتی تھی۔ مگر مرحوم کے عزیز دوست جناب محمد سعید اللہ صاحب اور مرحوم کے فرزندِ عزیزی سید قیصر یزدانی نے مجھے بار بار اس طرف توجہ دلائی۔ اصل متن اور ترجمے کا باہمی تقابل اور پھر مسودوں کی نقل در نقل کے لیے کسی کے تعاون کی بھی ضرورت تھی۔ صمدانی صاحب مرحوم کے ایک اور دوست جناب مجید فاروقی صاحب نے اِس کام کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ اور اس طرح بحمد للہ یہ کام پورا ہو گیا۔

جناب مترجم کا مشورہ تھا کہ ترجمے کے آخر میں اُن عربی عبارات کے ترجموں اور حوالوں کی ایک جدول بھی کتاب میں شامل کر دی جائے تاکہ قارئین کو ان عبارات کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ اصل متن میں آنے والی عربی عبارتیں آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی، صوفیائے کرام کے اقوال اور امثال پر مشتمل ہیں۔ ان کے تراجم اور حوالوں کی فراہمی کے سلسلے میں مولٰنا سید محمد ہاشم صاحب شمسی نے میری مدد فرمائی جس کے لیے میں موصوف کا سپاس گزار ہوں۔

فارسی قلمی نسخے میں فوائد کے عنوان درج نہیں ہیں۔ پوری کتاب ایک مسلسل مضمون کی شکل میں مرتب کی گئی ہے۔ ہر فایدے کے شروع میں صرف لفظ "فایدہ" لکھ دیا گیا ہے۔ صمدانی صاحب مرحوم نے ہر فایدے کے موضوع کے لحاظ سے عنوان بھی مقرر کر دیئے اور اس طرح ترجمہ زیادہ مفید ہو گیا۔

ترجمے میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ صوفیائے کرام کی مخصوص اصطلاحات

کو باقی رکھنے کے ساتھ ساتھ نفسِ مضمون کی معانی واضح ہو جائیں ۔ اگر قارئین کو ترجمے میں کوئی خامی نظر آئے تو اسے ہماری بے بضاعتی پر محمول فرمائیں اور دعائے خیر سے یاد کریں ۔

کراچی ۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

سیّد محمدؐ ابوصالح

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حمد و ثنا خاص اُس خالق کے لیے ہے جس نے وجودِ انسان کو یُحِبُّھُم[1] وَیُحِبُّونَہٗ کے لباس سے مشرف کیا اور اولیاء کے درجات کو اَولِیَائِی تَحتَ قَبَائِی لَایَعرِفُھُم سِوَائِی[2] کی کرامت سے مکرم و معظم فرمایا اور ان کے معاملات کو لِی مَعَ اللّٰہِ وَقتٌ لَا یَسَعُنِی فِیہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرسَلٌ[3] کے درجے تک پہونچایا۔

اور لاکھ درود عاشقوں کے سردار اور عارفوں کے سرتاج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانِ پاک پر ہو کیونکہ ولایت و نبوت کا جامہ اولیاء و انبیاء کو انہی کے طفیل سے زیبا ہے اور ان ہی کی اتباع کے صدقے میں حُلّۂ ولایت اولیا کے بدن پر چست ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے نہ فلک ہوتا نہ ملک، نہ عرش ہوتا نہ کرسی، نہ آدم ہوتے نہ آدمی۔ لَولَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاکَ[4] اور صحابۂ کرام اور خلفائے عظام کی ارواح مطہرہ پر بھی جن کی حیثیت اس بدرِ منیر کے آگے نور پاش ستاروں کی سی ہے اور جو خاص خلعت سے مخصوص ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے اَصحَابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّھِم اِقتَدَیتُم اِھتَدَیتُم[5]۔

امابعد حاجی رکن الدین زائر حرمین شریفین نے حضرت قطب المشائخ اوحد العصر، غریب الدہر، شیخ المسلمین، سلطان المحققین، شاہ شرف الملۃ والشرع والدین احمد یحییٰ منیری فردوسی متع اللہ المسلمین بطولِ بقایہٖ وادام علینا نعمت لقایہ (اللہ اس متاع کو مسلمانوں کے لیے تادیر سلامت رکھے اور ہمارے لیے ان کے دیدار کی نعمت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے) سے کہ عرض والتماس کی اس

درویش کے لیے مکتوبات کے ذریعے چند فواید تحریر فرمادیں تاکہ میرے لیے وہ سفر و حضر میں مونس روزگار ثابت ہوں۔ اس بیچارے کی اس التماس کو حضرت نے اپنے لطیف عمیم سے شرفِ اجابت بخشا پھر ان عمدہ فواید کو اس کی مرغوب عبارت کے ساتھ اپنے قلمِ مبارک سے ضبطِ کتابت میں لائے تاکہ عام مسلمانوں کے لیے چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے شب و روز فایدہ کا باعث ہوں۔ جو کوئی ان فواید کا، رسوم و عادت کے طور پر نہیں بلکہ بنظرِ تحقیق و بہ امعانِ دقیق مطالعہ کرے گا وہ حاصل کریگا جو اُسے حاصل نہ تھا اور وہ دیکھے گا جسے اس نے دیکھا نہ تھا۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ[۲]۔

فایدہ - ۱
عشق و محبت فرض ہے

اے بھائی یہ سمجھ لو کہ جس طرح روزہ نماز فرض ہے اسی طرح بباطن عشق و محبت فریضہ ہے جس کا خمیر و مایہ ہی درد واندوہ ہے۔ عشق بندے کو خدا تک پہونچاتا ہے اور اسی معنی میں طریقت کی راہ میں عشق فرض قرار دیا گیا ہے۔ حیات کو عشق سے پہچانو اور بغیر عشق کے موت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

مجنونِ عشق را دگر امروز حالتست
کہ اسلام دینِ لیلیٰ و دیگر ضلالتست

(ترجمہ۔ مجنونِ عشق کی آج حالت ہی کچھ اور ہے۔ دینِ لیلیٰ ہی اسلام ہے اس کے سوا جو کچھ ہے گمراہی ہے۔)

کہتے ہیں کہ عشق آگ ہے۔ جہاں پہونچتی ہے جلا دیتی ہے۔ محبوں کے دلوں میں ایک آتشکدہ خوابیدہ ہے اس سے اگر ایک ذرہ بھی باہر آجائے تو کون و مکاں کو سوختہ کر دے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ سارے جہان کو آتشِ دوزخ سے عذاب دیں گے اور دوزخ کو محبوں کے دلوں کی آگ سے جلائیں گے۔ اگر ان کے باطن کی آگ پر دریا بھی گذار دیا جائے تو وہ آگ ہو جائے گا۔ ظاہری آگ کو تو بس ایندھن سمجھو۔ آگ اگر ہے تو وہ انہی کے باطن کی آگ ہے۔ اسی مقام کے لیے کہا ہے ؎

ہر کہ اندر عشق چوں آتش نشد
عیش اُو در عشق ہرگز خوش نشد

(ترجمہ :- جو عشق میں پڑکر آگ نہیں ہوا وہ عشق کی لذتوں سے کبھی خوش نہیں ہو سکتا) کہتے ہیں کہ جب فردائے قیامت میں عاشق قبروں سے سر اٹھائیں گے تو اپنا آپ جائزہ لیں گے۔ اور ایک بھی ذرّہ اندوہ انھیں کم ملے گا تو وہ ایسی فریاد و بکا کریں گے کہ اہلِ دوزخ تک ان پر رحم کھائیں گے۔ انہی معنوں میں کہا ہے ؎

گر شود ایں درد دامن گیر تو
بس بود ایں دردِ دائم پیر تو

(ترجمہ :- اگر یہ درد تیرا دامن تھام لے تو یہی تیرے لیے بس ہے اور یہی تیرا دائمی پیر ہے)

اے بھائی ہو سکے تو سوزِ عشق کا ایک ذرہ ہی آج حاصل کر لو کہ کل قبر میں یہی صفات تمہارے ساتھ ہوں گی۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (۷)۔ انہی معنوں میں کہا ہے۔

در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت

(ترجمہ :- آپ کے گیسوؤں سے ایک تار لے کر قبر میں جاؤں گا تاکہ قیامت کے روز میرے سر پر اس کا سایہ رہے۔)

یہ تمھیں اُسی وقت میسر آئے گا جب تم اپنے دِل کو غیر حق کی محبت سے خالی کر لو گے۔ یہی بات اس بیت میں بیان ہوئی ہے ؎

از دِل بر دل کنم غمِ دنیا و آخرت
یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست

(ترجمہ - دِل سے غم دنیا و آخرت کو دُور کرتا ہوں۔ گھر میں سامانِ سفر رہ سکتا

ہے یا خیالِ دوست ۔)

اے بھائی عاشقوں کی راہ بڑی عجیب راہ ہے ۔ محبوّں کے کام ہیبت و مشقّت کے کام ہیں ۔ نہ ہر نامرد انہیں سن سکتا ہے ۔ نہ ہر مخنّث ان کا بوجھ اٹھا سکتا ہے ۔ اس کے لیے تو مجنوں چاہیئے جو سنگِ ملامت کھائے، فرہاد چاہیئے جو کوہِ بے ستوں کاٹے، زلیخا چاہیئے جو یوسف کے نام کو حرزِ جاں بنائے ؎

رو بازی کن کہ عاشقی کارِ تو نیست

(ترجمہ :۔ جا کھیل میں لگ جا ۔ عاشقی تیرا کام نہیں ہے)

اے بھائی وہ دِن جب کہ پیشوائے عاشقاں نے دار پہ اس کا جلوہ کیا ۔ امام شبلیؒ نے مناجات کی اور پوچھا، الٰہی تو اپنے دوستوں کو کب تک مارتا رہے گا ۔ فرمایا جب تک انھیں خون بہا ملتا رہے گا ۔ پوچھا ان کا خون بہا کیا ہے ۔ فرمایا میر القائے جمال ۔ مَنْ قَتَلَهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ (۸) ۔ کیا خوب کہا ہے جس کسی نے کہا ہے ؎

بے جرم و گناہ عاشقاں را می کُش

پس بر سرِ گورِ شاں زیارت می کُن

(ترجمہ :۔ عاشقوں کو بے جرم و گناہ بے مار ڈال اور پھر ان کی قبروں کی زیارت کر ۔)

اے آشنائے کوئے محبت صبور باش

بیداد نیکواں ہمہ بر آشنا رَوَد

ترجمہ :۔ اے آشنائے کوئے محبت صبر کر حسینوں کا ظلم اپنے عاشقوں پر ہی ہوتا ہے) ۔

اے بھائی اپنے عشق کی خلعت وہ ہر کسی کو نہیں دیتے۔ سمجھ لو کہ ہر کوئی سزاوارِ عشق نہیں ہے۔ جو لائق عشق ہوا وہی شایانِ عشق ہوا۔ جو شایانِ عشق ہوا وہی شایان خداوند ہوا۔ جو عشق کا شایان نہیں وہ خدا کا شایاں نہیں۔ محرمانِ عشق جانتے ہیں کہ عشق کا حال کیا ہے۔ لیکن نامحرموں کو عشق کی کیا خبر عشق کی قدر عاشقوں سے پوچھو۔ ایک جہاں ہے کہ بہشت کی طلب میں مصروف ہے۔ لیکن ایک بھی ایسا نہیں جو طلب گارِ عشق ہو۔ یہ یوں ہے کہ بہشت نصیبِ نفس ہے اور عشق نصیبِ جاں۔ ہزاروں ہیں جو مہرہ کی طلب کر رہے ہیں لیکن ایک بھی دُر و جواہر کا خریدار نہیں۔ اے بھائی عشق کا گھوڑا ایک طاقتور گھوڑا ہے کہ ایک چھلانگ میں دونوں عالم عبور کر لیتا ہے اور لامکاں میں دوڑ لگاتا ہے۔ کہتے ہیں ؎

درِ عالم عشق اگر بکار آئی تو
در دفترِ عشق در شمار آئی تو
جبریلِ امیں رکاب دار تو بود
بر مرکبِ عشق گر سوار آئی تو

(ترجمہ:۔ اگر تو عالمِ عشق سے کامگار ہے اور دفترِ عشق میں تیرا اندراج ہے، مرکب عشق پر تو سوار آتا ہے تو جبریلِ امیں تیرے رکاب دار ہوں گے)۔

اے بھائی اپنی سلامتی کو خیرباد کہہ دو اور اپنے آپ کو عشق کے حوالے کر دو۔ جب تم اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دو گے تو منزل کو جا لو گے اور جانتے ہو کہ یہ تمام پردے جو راہ میں ڈالے گئے ہیں کیا ہیں۔ ان کا مقصد اس سے زیادہ نہیں کہ عاشق بغیر دیکھے ہوئے اپنی طلب میں روز بروز پختہ

ہوتا جائے تاکہ اس میں دوست کے بے حجابانہ دیدار کی تاب پیدا ہو جائے۔
انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ (۲)

کشتیٔ عشق کا ملاح عنایتِ حق کے سوا کوئی نہیں

رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحے عجب کارست

(ترجمہ :- میں ایک ایسے دریا پر پہونچا جس کی موجیں آدم خور ہیں ۔ نہ اس میں کوئی کشتی ہے نہ ملاّح ۔ بس ایک عجیب عالم ہے) ۔

اس دریا کی کشتی عشق ہے جس کا کھوّیا عنایتِ حق کے سوا کوئی نہیں ۔ اس دریا میں گوناگوں خوف و خطر ہیں ۔ کیا کہا جائے ۔ مجھ بیچارے کے یہ کلمات اگر پیشِ نظر رہیں تو اس کے مطالعے سے امید ہے کہ اِس دریا کی متلاطم موجوں سے جو آدمی کے لیے ہلاکت خیز ہیں پار لگ جائے ۔ اس کے عبور کرنے میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا حل اِن کلمات کی مدد سے طلب کیا جائے کیونکہ برادرِ اتم اِن کلمات کے معانی سے واقف ہو اور ان کے قانون اور اشارات سے آگہی رکھتے ہو ۔ ایسا سمجھو کہ یہ کلمات زبانِ کاتب سے سُن رہے ہو کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ[(۹)] ۔ خاطر جمع رکھو ۔ یہ تمھاری بلند بختی ہے کہ تمھاری ہمّت نے اس دریا میں قدم رکھ دیا ہے ۔ خدا تمھیں کامیاب کرے ۔ اس دریا کے موتی بہت عزیز ہیں اور اس کے جواہر بہت نادر ۔ اِس دریا کا غوّاص صرف جانبازِ عاشقِ صادق ہی ہو سکتا ہے نہ کہ ہر کس و ناکس، بدہیئت مخنّث اور شکم پرست ۔ جس کسی نے یہ مصرعہ کہا ہے خدا اُس کی جان پر رحمت کرے ؎

رَو بازی کن کہ عاشقی کارِ تو نیست

یہ تحریر جو تمہیں ملی ہے اس کا بحضورِ دِل ہمیشہ مطالعہ کرو۔ نہ اس طرح جیسے عادتاً کوئی قصہ کہانی پڑھ رہے ہو۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ زمانہ ایسا آگیا ہے کہ اس گروہ کا کوئی آدمی ہمیں نہیں ملتا۔ پھر کیا کیا جائے۔ فرمایا ان کے نوشتوں میں سے ایک جزو روز پڑھ لیا کرو۔ جب آفتاب چھپ جاتا ہے تو لامحالہ چراغ ہی سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ انہی معنوں میں کہا ہے ؎

از بختِ بدم اگر فرد شد خورشید
از نور رخت مہا چراغ گیرم

(ترجمہ :۔ اگر میری بدبختی سے سورج غروب ہو چکا ہے تو ہو جائے۔ اے چاند میں نے تیرے رُخ کے نور سے چراغ روشن کر لیا ہے)۔

فائدہ ۔۳

ہر ایک اپنی نیت کے مطابق محشور ہو گا

اے بھائی سمجھ لو کہ شریعت کا فتویٰ ہے کہ ہر ایک اپنی نیت کے مطابق محشور ہو گا ۔ اگر تم میں ارادت اور طلبِ حق غالب ہے تو تم طالبانِ حق اور عاشقوں کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے اور ان کا ثواب یہ ہے کہ اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَیسَ فِیھَا حُورٌ وَّلَا قُصُورٌ یَتَجَلّٰی رَبُّنَا ضَاحِکًا (۱۰) ۔اس مقام پر بہشت و دوزخ کی کہاں گنجائش ۔ اور اگر تم میں ارادت و طلبِ بہشت ہے تو تمہیں اہلِ صلاح کے ساتھ اٹھایا جائے گا جن کی جزا لَھُم جَنّٰتُ الفِردَوسِ نُزُلاً (۱۱) ہے اور اگر تم میں ارادت و طلبِ دنیا کا غلبہ ہے تو تمہارا حشر اہلِ دنیا کے ساتھ ہو گا اور ان کی جزا ۔ وَحِیلَ بَینَھُم وَبَینَ مَا یَشتَھُونَ (۱۲) ہے یہی مقامِ تاسف ہے کہ خاک اپنے سر پر ڈالنی چاہیئے اور اپنا آپ ماتم کرنا چاہیئے اب دیکھو تمہارا حال کیا ہے ۔ تمہارے اندر عشق و محبتِ خدا غالب ہے یا عشق و محبت بہشت یا عشق و محبت دنیا ۔ جو جذبہ بھی غالب ہو گا بس سمجھو اسی کے مطابق معاملہ ہو گا ۔ جب خدا کی طلب و محبت غالب ہو تو پردہ درمیان سے اٹھا دیا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ مشاہدۂ دوست کے عالم میں ایک جان کیا سینکڑوں جانیں ملک الموت کی وساطت کے بغیر دوست کے حوالے کر دی جاتی ہیں ۔ اس کی ملک الموت کو خبر بھی نہیں ہوتی ۔ چنانچہ کیا خوب کہا ہے ؎

در کوی تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کہ آنجا ملک الموت نہ گنجد ہر گز

(ترجمہ :- تیرے کوچے میں عاشق اسطرح جان دیدیتے ہیں کہ ملک الموت کو اس کی ہوا بھی نہیں لگتی)۔

ساتوں آسمانوں سے یہ غلغلہ پیدا ہے کہ وَصَلَ الحَبِیبُ اِلَی الحَبِیبِ (دوست کے ساتھ دوست کا وصل) دوست، دوست کے پاس پہونچ گیا اور طالب مطلوب میں پیوست ہوگیا۔ واسطہ جاتا رہا۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ؎

چوں در آمد وصال را حالہ
سرد شُد گفتگوئی دلاّلہ

(ترجمہ : جب وصال دخلوت میسّر آئے دلاّلہ کی گفتگو سرد پڑ گئی)۔

اور جب طلب ومحبت آخرت غالب ہوئی تو آخرت اس طرح جمال وزیب وزینت سے آراستہ ہوکر سامنے آئے گی کہ اس کے دیکھنے سے نشاطِ روح اور راحتِ جاں کا سامان ہوگا۔ چنانچہ بیت ہے۔

زانکہ ہر چیزیکہ سوادی تو آنست
چوں بمُردی نقد فرداتیو آنست

(ترجمہ :- ہر وہ چیز جس کا تجھ کو ذوق ہے تیری موت کے بعد وہی تیری پونجی ہوگا)۔

جب دنیا کی طلب ومحبت غالب ہوگی تو دنیا اُن برائیوں کے ساتھ جو وہ رکھتی ہے اس کے سامنے پیش ہوگی یہاں تک کہ اس کے دیکھنے کے بعد بہزار سختی ودشواری وہ جان دے دیگا۔ چنانچہ بیت ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود
تا ابد راہِ وصالت آں بود

(ترجمہ :- دنیا میں جیسا تیرا خیال رہا ویسا ہی راہِ ابد میں تیرے ساتھ معاملہ درپیش ہوگا۔)

جب یہ بات طے ہوگئی تو اے بھائی سمجھ لو کہ دنیا میں جس قدر حیوانات ہیں درندے اور جنگلی جانور ہیں سب اپنی صفات کے ساتھ آدمی کے اندر موجود ہیں۔ جس پر کسی خاص صفت کا غلبہ ہے، کل قیامت کے روز اُسی صفت کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ آدمی کی صورت نہ ہوگی یعنی اس صفت کے مطابق صورت ہوگی۔ مثلاً اگر آج کسی پر غضب کی صفت غالب ہے تو کل اس کا حشر کتے کی صورت میں ہوگا۔ اور اگر چاپلوسی کی صفت غالب ہے تو بصورتِ رُوباہ حشر ہوگا۔ اور اگر صفتِ شہوت غالب ہے تو کل سوّر کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ اور اگر صفتِ کبر و نخوت چھائی ہوئی ہے تو کل چیتے کی صورت میں اُسے اُٹھنا ہوگا۔ اور اسی طرح اور صفات کا بھی قیاس کر لو۔ خبر ہے کہ حضرت خلیل اللہ الصلوٰۃ اللہ علیہ کل آذر کو دیکھیں گے کہ وہ دوزخ میں لے جائے جا رہے ہیں۔ کہیں گے خداوندا! اس سے بدتر فضیحت اور کیا ہوگی کہ میں میدانِ قیامت میں کھڑا ہوں اور میرا باپ دوزخ میں لے جایا جا رہا ہے۔ کیا دنیا ہی میں میں نے یہ نہ کہا تھا۔ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (۱۳)۔ اور (اللہ کے حکم سے) فوراً آذر کو آدمی کی صورت سے بجّو کی شکل میں بدل دیں گے۔ کیونکہ دنیا میں اُن پر یہی صفت غالب تھی۔ خلیل اللہؑ سے کہا جائے گا کہ تم کو اس بجّو سے کیا نسبت اور قرابت ہو سکتی ہے۔ اصحابِ کہف کے کُتے کو اس کی صفت کے اعتبار سے آدمی کی صورت عطا کریں گے۔ اور اُسے آدمیوں کی صفات سے نوازیں گے۔ کیونکہ وہ سگ صورت اور آدمی صفت تھا۔ اس کے برعکس آذر آدمی صورت اور بجو صفت تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صورت کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن

آج جاہلوں کی نظر صورت ہی پر ہے۔ اے بھائی! آج جنھیں تم آدمی کے قالب میں دیکھتے ہو کل انھیں درندوں اور جنگلی جانوروں کی صفوں میں کھڑا پاؤ گے۔ اور بہت سے درندوں اور جنگلی جانوروں کی صورت رکھنے والے کل تمھیں آدمیوں کی صفوں میں نظر آئیں گے۔ یہ بڑی دشوار گھاٹی ہے اور بہت کٹھن کام۔ سوائے صاحبانِ بصیرت کے کوئی بھی اس کام میں مشغول نہیں۔ پس غفلت نہ چاہیے۔ آہستہ آہستہ عادت ڈالنا چاہیئے تاکہ ان صفات میں سے تھوڑا تھوڑا ہی کم ہو اور اگر توفیق خداوندی شامل ہو گئی تو کامل دفیعہ ہو جائے اور کارِ عظیمہ اپنے آپ نمودار ہو جائے۔ جو یہ جاننا چاہے کہ کل اس کی کونسی صفت ہو گی جن پر اس کا حشر ہو گا۔ تو اسے چاہیئے کہ آج ہی اپنے آپ میں غور کرے کہ کونسی صفت اُس پر غالب ہے۔ کل وہی صفت ہو گی جس سے اُسے سابقہ ہو گا۔ اس حدتک جان لینا دشوار نہیں ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ خدا اُس سے خوش ہے یا ناخوش تو اُسے اپنے اعمال پر نظر کرنی چاہیئے۔ اگر وہ طاعت ہی طاعت ہیں تو سمجھ لے کہ وہ اُس سے خوش ہے کیونکہ طاعت اُس کی خوشنودی کا نشان ہے۔ اور اگر وہ معصیت ہیں تو جان لے کہ وہ اُس سے ناخوش ہے کیونکہ معصیت نشانِ ناخوشی ہے اور اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو اسی بات پر حکم لگانا چاہیئے جس کا غلبہ ہو۔ اور آج کی زندگی لمبی نہیں ہے جب کوئی کام یہاں نہیں ہو گا وہاں بھی نہ ہو گا۔ اگر یہ صفات خبیثہ کسی میں رہ گئیں اور نہ بدلیں تو کل بہشت میں داخل ہونے پر نعمتوں کی چاہے جتنی بھی فراوانی ہو وہ صفات اس سے دور نہ ہوں گی۔ جو رہ گئیں وہ بدلنے والی نہیں۔ پس یہ مردہ ہے جو پیچھے رہ گیا۔ اپنی حقیقت سے محروم رہ گیا۔ اور اپنی خودی تک نہ پہونچ سکا۔ اس دنیا میں ہی بدل جانا چاہیئے

اگر اِس دنیا میں نہ بدلا تو آخرت میں بھی نہ بدلے گا۔ اسی موقع کے لیے کہا ہے ؎

پاک شو تا ز اہلِ دیں گردی
آنچناں باش تا چنیں گردی

(ترجمہ:۔ پاک ہو جا تاکہ اہلِ دین میں تیرا شمار ہو۔ ویسا ہو جا تاکہ ایسوں میں تجھے گنا جائے)۔

فائدہ ۔۴

طلبِ حق سے زیادہ کوئی اور چیز تم پر فرض نہیں

اے بھائی! سمجھ لو کہ تم پر طلبِ حق سے زیادہ اور کوئی چیز فرض نہیں اور نہ اِس سے زیادہ کوئی چیز فائدہ بخش ہے۔ اگر بازار جاؤ تو اسی کو طلب کرو۔ اگر گھر میں آؤ تو اسی کے آرزومند رہو۔ مسجد جاؤ تو اسے مانگو۔ خرابات میں گذر ہو تو اسی کو مطلوب بناؤ۔ یہاں تک کہ عزرائیل بھی آجائیں تو خبردار اپنی طلب سے دستکش نہ ہونا۔ عزرائیل سے کہنا کہ آپ اپنا کام کریں میں اپنا کام کرتا ہوں۔ نقل ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہنِ مبارک میں ادھر مسواک رکھی کہ اُدھر عزرائیل چلے آئے۔ کہا کیا حکم ہے؟ لوٹ جاؤں یا جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کردوں؟ حضرتِ رسالتِ مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دہنِ مبارک سے مسواک نہیں ہٹائی اور ارشاد فرمایا آپ اپنا کام کیجئے میں اپنا کام کرتا ہوں۔ اگر تمہیں دوزخ میں بھی ڈالتے ہیں تو اپنی طلب سے باز نہ رہنا۔ کہہ دینا اے مالک (داروغۂ جہنم) تو میرے سر فضول پر (جو لایعنی خیالات سے بھرا ہے) قہر کا درّہ لگائے جا اور میں طلبِ مولا میں قدم ڈالے جاؤں۔ پھر دیکھنا کام کہاں پہونچتا ہے۔ اور اگر بہشت میں ڈال دیں تو حور وقصور کی طرف نگاہ مت ڈالنا۔ طلب ہی کے کوچے میں سرگرداں رہنا اور کہتے جانا ؎

گوہر دو جہاں دہند مارا
چوں وصلِ تو نیست بے نوائم

(ترجمہ:۔ اگر دونوں جہاں بھی دے دیں تو کیا حاصل۔ تیرا وصل اگر میسر

نہیں تو ہم بے نوا ہی ہیں)۔

اے بھائی! ہزاروں تھے جو ہزاروں سال رکوع و سجود میں تھے۔ ہزاروں تسبیح و تحمید میں مصروف تھے ہزاروں اُس کے اسرار میں مدہوش و متحیر تھے اور ہزاروں ہی ہیں اس کے کام میں سوختہ جاں ہیں لیکن ایک قوم نڈر اُس نے اِسی خاک سے پیدا کی اور جسے تمام اطاعت کرنے والوں اور عابدوں اور زاہدوں پر فضیلت دی باوجودیکہ نہ تو اس کی کوئی سابقہ خدمت تھی نہ کسی کی سفارش۔ فرمان ہوا۔ اے مشتِ خاک اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں۔ ایک گھڑی میں ایک خراباتی کو چن لیتے اور مشاہدۂ ذوالجلال کے اندر تختِ اقبال پر بٹھا دیتے ہیں۔ ہر دم ایک خلعت ہے، خوشنودی ہے، قبولیت ہے جو اسے حاصل ہے ہر لحظہ تحفوں کی آمد ہے اور وصول کا دروازہ کھُلا ہوا ہے۔ اس کے برعکس ایک عابد و زاہد کی گردن میں سیکڑوں عتاب، حجاب اور رد کی رسّی ڈال دیتے ہیں۔ ہر آن حسرت ہے، غضب ہے (جس سے اس کا سابقہ ہے) کسی کو ایک بت خانے سے لے آتے ہیں اور اعزاز و قبول کی نقاشی سے اس کی پوشاک کو آراستہ کرتے ہیں۔ اور دوسرے کو مسجد سے باہر نکال کر اُس کی گردن میں ردّ و طرد کی رسّی لٹکا دیتے ہیں۔ جس طرح لطف کارفرما ہے۔ اسی طرح قہر بھی کارفرما ہے۔ اے بھائی! راستہ غیر محفوظ ہے اور منزل دور۔ مجنونِ عشق اگر دردِ سر اختیار نہ کرے تو آخر کیا کرے ؎

جز جانِ و جگر نیست شکار خورِ تو
زانست کہ ہر سرے ندارد سرِ تو

(ترجمہ:۔ تیرے لائق کوئی شکار جان و جگر کے سوائے نہیں۔ اسی اعتبار سے یہ سر تیرے خیال کے لائق نہیں)۔

اور کتنے عابد و زاہد ہیں جن کے اعمال کو عالم نزع میں وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوا کے تحت بے نیازی کے ساتھ ٹھکرا دیتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو جن کے سینے (ذکر ظاہر سے) آباد ہیں حالت نزع میں وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ(۱۴) کے تحت برباد کر دیتے ہیں۔ کتنے ہی چہرے ہیں جنہیں وہ لحد میں کعبے کی طرف سے پھیر دیتے ہیں اور بہت سے آشنا ایسے ہیں جنہیں پہلی ہی رات میں بےگانہ کہہ دیتے ہیں۔ کسی سے خطاب ہوتا ہے۔ نَمْ نَوْمَةَ الْعَرُوْسِ(۱۵) اور دوسروں سے کہتے ہیں نَمْ نَوْمَةَ الْمَنْحُوسِ۔ کبھی اس طرح رد کرتے ہیں کہ کسی طاعت کے ذریعے بھی قبولیت حاصل نہیں ہوتی اور کبھی قبولیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی معصیت پر نظر نہیں ہوتی آذر کے صلب سے خلیل اللہؑ کا پیدا ہونا وَيُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ(۱۶) سمجھو۔ کنعان کا سرائے نوح میں ظہور يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ(۱۷) سمجھو۔ آدم کی قبولیت کو دیکھو کہ لغزش کا نقصان انہیں مٹا نہ سکا اور ردِ ابلیس کو دیکھو طاعت ثابت ہونے کے باوجود اسے فائدہ نہ پہونچ سکا۔ اس طرح جو مقبولِ بارگاہ ہیں اُن کے ساتھ لَهُمُ الْبُشْرٰى(۱۸) ہے اور جو مردودِ بارگاہ ہیں اُن کے ساتھ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ(۱۹) ہے۔ پھر اسی طرح سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ(۲۰) کا بیان ہوا ہے اور يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ(۲۱) کی نشان دہی کی گئی ہے۔

فائدہ ۔ ۵

دنیا جائے قرار و آرام نہیں

اے بھائی ! راہ غیر محفوظ ہے اور منزل دور ہے ۔ وفا بہت ضعیف اور دِل بہت بے چارہ ہے ۔ یہ بھی (دنیا) کوئی قرار و آرام کی جگہ ہے ! یا تدریس و تکرار کا مقام ہے ! ورا عت (خوف) دستار، کلاہ اور قبا کی جگہ ہے ؟ اِن سب میں آگ لگاؤ ۔ اور اپنا آپ ماتم کرو جس طرح اس بے چارے نے کہا ہے کہتے جاؤ ۔

بُرد غفلت روزگارم چوں کُنم
برنیاید ہیچ کارم چوں کُنم ؟

(ترجمہ :۔ غفلت نے مجھے لوٹ لیا ۔ حیران ہوں کہ میں کس طرح زندگی گذاروں گا ۔ مجھ سے کوئی کام نہیں بن پڑتا ۔ کیا کروں ؟)

افسوس صد ہزار افسوس کہ دِن غفلت میں گئے اور عمر تمام ہوئی ۔ کام ادھورا رہا اور آخرت کے سفر کا ہنگام آگیا ۔ اب عمر کا جو حصہ باقی ہے اس میں اگر کچھ اور نہیں کر سکتے تو اپنا ماتم تو کیا جا سکتا ہے ۔ جس طرح کسی سوختہ جاں نے کہا ہے کہنا چاہیئے ۔

درد را دارو کجا خواہیم کرد
عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(ترجمہ : ہم اپنے درد کا درماں کہاں سے لائیں ۔ عمر تمام ہوئی ماتم کہاں کریں ؟) رات کے پچھلے پہر، گناہ گاروں اور بدکرداروں کی طرح ، دِل کی دردمندی

دیدہ کی اشک ریزی، اور مکمل بے چارگی کے ساتھ یہ مناجات پڑھنی چاہیئے۔

از درِ خویشتم مگرداں نا اُمید
از سرِ لطفی سیاہم کن سفید

(ترجمہ :۔ اپنے در سے مجھے ناامید نہ لوٹا۔ اپنے لطف و کرم سے میری سیاہی کو سفیدی سے بدل دے)۔

لہٰذا غافل نہ رہو کہ تمہارے آگے کام سخت بھی ہے اور دشوار بھی۔ راہ میں نشیب و فراز بہت ہیں۔ شیطان اور نفس تمہارے پیچھے پڑے ہیں۔ موت، قبر اور آخرت کا عذاب، جس کا ذِکر سُننے سے پتّہ پانی ہوجاتا ہے اور جگر کباب۔ ناچار وہ اس درد سے نالہ کناں ہے اور کہتا ہے ؎

کاشکے ہرگز نبودے نامِ من
تا نبودے جنبش و آرامِ من

(ترجمہ :۔ کاش کہ میرا نام (وجود) ہی نہ ہوتا تاکہ حرکت و سکون، ارتکاب و اجتناب کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا)۔

ایک عارف نے خواجہ ابراہیم ادھمؒ سے کہا کہ میں آپ سے علمِ طریقت سننا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ اے بھائی! زمانہ گذرا کہ میں خود اپنے ماتم میں بیٹھا ہوں۔ کہا کیا وجہ؟ فرمایا۔ یہ کہ فرشتے نے جب رحمِ مادر میں میری صورت گری کی تو پوچھا۔ الٰہی! اس بندے کو سعید لکھا جائے کہ شقی؟ مجھے نہیں معلوم جواب کیا ملا۔ اسی طرح جب ملک الموت پوچھے گا کہ الٰہی! اس بندے کی روح سعادت پر قبض کردں یا شقاوت پر تو نہ جانے کیا جواب پائے گا۔ میں نہیں جانتا کہ جب فردائے قیامت فرشتہ کہے گا کہ یا الٰہی! اس بندے کو سوئے بہشت لے جاؤں یا سوئے دوزخ تو مجھے نہیں معلوم جواب کیا ملے گا۔ اے بھائی! اس کی راہ میں سب ہی زاہد، عابد و عالم اس کی تیغِ بے

نیازی کے خوف سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ فرمان ہے اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْن (۲۲)۔ سارے جہاں کے صدیق یَسْئَلُ الصَّادِقِیْنَ عَنْ صِدْقِہِمْ (۲۳) کی سیاست سے لرزاں وترساں ہیں۔ کتنے عابد وزاہد ہیں جن کے اعمال کو عالمِ نزع میں وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ (۲۴) کے تحت بے نیازی کے ساتھ ٹھکرا دیتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ جن کے سینے (ذکرِ ظاہر سے) آباد ہیں حالتِ نزع میں انھیں وَبَدَا لَہُمْ مِّنَ اللّٰہِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ کے تحت برباد کر دیتے ہیں کبھی معلم الملکوت جو کہ سات لاکھ سال معتکف درگاہ رہا اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن (۲۵) سے اس کی پیشانی کو داغتے اور اس کے جسم سے لباس فرشتگی ادھیڑ دیتے ہیں۔ اور کبھی بلعم باعور جیسے آدمی کو کہ یگانۂ روزگار تھا اور اسمِ اعظم کی خلعت سے سرفراز تھا مسجد سے باہر نکال کر کھینچتے اور کتوں کے طویلے میں باندھ دیتے ہیں۔ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْہَثْ اَوْ تَتْرُکْہُ یَلْہَثْ (۲۶)۔ جس کسی نے کہا ہے خوب کہا ہے ؎

بی نیازیش راچہ کفر وچہ دیں
بی زبانیش راچہ شک چہ یقیں

(ترجمہ: اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر اور کیا دین۔ اس کے سکوت کے آگے کیا شک اور کیا یقین)۔

اے بھائی! یہ دنیا قرار و آرام کی جگہ کہاں؟ خوشی و خرمی کی جگہ کہاں؟

نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ اے بھائی جبریلؑ آپ کا کام کیسا چل رہا ہے؟ کہا یا رسول اللہؐ! جب سے کہ ہم میں سے ایک کو راندۂ درگاہ کیا گیا ہے کسی کو آرام و قرار نہیں رہا۔ اب سمجھ لو کہ ہم بدنصیبوں کو کیا کرنا

چاہیئے۔ جب تک فرصت ہے اور جیسے بھی ہو شب و روز اپنا غم کھانا اور ہر لحظہ خاک اپنے سر پر اڑانا چاہیئے کہ تعطل و ناامیدی شرطِ کار نہیں۔ اتنا تو ہو سکتا ہے کہ اگر مَردوں کا ایمان حاصل نہ ہوا تو بوڑھی عورت اور مخنثوں کا ایمان تو حاصل ہو جائے گا۔ اگر دولتِ خورشید ہاتھ سے جاتی رہی تو چراغ تو ہے۔ جس کسی نے کہا خوب کہا ہے ؎

از بختِ بدم اگر فرد شد خورشید
از نورِ رخت مہا چراغے گیرم

(ترجمہ :- اگر میرے بختِ بد کی وجہ سے خورشید غروب ہو گیا ہے تو اے ماہ میں نے تیرے نورِ رُخ سے چراغ روشن کر لیا ہے)۔

ورنہ اے بھائی! کیا ہم اور کیا فرعون! کیا نمرود اور کیا ترسا و یہود! اے بھائی! جو اس دُنیا سے ایمان سلامت لے گیا وہی مرد ہے۔ اور خواجہ جنیدؒ و شبلیؒ کی اتباع کرتا ہے۔ باقی سب خیال ہی خیال ہے ؎

بیرون گور لاف کرامت چہ می زنی
ایمان اگر بہ گور بری از کرامت است

(ترجمہ :- موت سے پہلے کرامت کی کیا شیخیاں بگھارتا ہے۔ کرامت تو یہ ہے کہ اپنا ایمان گور میں سلامت لے جائے)۔

پس اے بھائی! مشائخ دین کی اتباع کرو۔ اور شیطان کے دستِ وسواس سے اپنے کو بچائے رکھو تاکہ اس کے ہاتھ نہ پڑ جاؤ اور اگر پڑ گئے تو جلد از جلد اپنے کو اس کے چنگل سے چھڑالو۔ جب تک کام ہاتھ سے نکل نہیں گیا اُس کا علاج کرو۔ بس ہوشیار رہنا اور اپنا غم کھانا چاہیئے جب تک کہ درِ توبہ بند نہ ہو جائے (یعنی نزع سے پہلے) اسی مقام کے لیئے کہا ہے ؎

اے پیرِ گنہگار در توبہ کشادہ است
انواعِ نعم بہرِ تو آمادہ نہادہ است
بشتاب سُوئے توبہ کہ از مادرِ گیتی
از کردنِ تاخیر بسے واقعہ زادہ است

(ترجمہ :۔ اے گناہ آلود بڈھے، دیکھ درِ توبہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ طرح طرح کی نعمتیں تیری منتظر ہیں۔ توبہ کی طرف جلد رجوع ہو جا کہ تاخیر کی صورت میں مادرِ گیتی کے بطن سے بے شمار واقعات نے جنم لیا ہے)۔

فائدہ ۔ ٦

گناہ کرنا اور توبہ کرنا آدم اور اُنکے فرزندوں کا کام ہے

اے بھائی ! سمجھ لو کہ اولِ آفرینش سے آخر تک گناہ سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے ۔ شروع سے آخر تک گناہ میں آلودہ رہنا شیاطین کا کام ۔ گناہ کرنا اور توبہ کرنا ۔ یہ آدم اور ان کے فرزندوں کا کام ہے ۔ اے بھائی ! کوئی بندہ محض ازتکاب گناہ کی بنا پر ماخوذ نہیں ہے ۔ ہاں اگر ماخوذ ہے تو ترکِ توبہ پر ۔ دیکھتے نہیں کہ بندہ گناہ کرتا ہے اور ساتھ ہی توبہ بھی کرتا ہے تو اجماع اس پر ہے کہ وہ ماخوذ نہیں لہٰذا اَلتَّائِبُ عَنِ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ (۲۷) ۔ آدمی سے اگر گناہ سرزد ہو جائے تو کیا عجب ہے کہ اس کی سرشت ہی شہوت اور نفسانی خواہشات سے مرکب ہے ۔ شیطان اس کے تعاقب میں لگا ہے اور نفس اُس کے پیراہن کے اندر چھپا بیٹھا ہے ۔ اے بھائی ! جس حال میں بھی ہو اور جو کام بھی کرتے ہو توبہ سے خالی نہ رہو ۔ کیونکہ خدا کے کام اطاعت شعاروں کی اطاعت سے منزّہ اور عاصیوں کی معصیت سے پاک ہیں ۔ وہ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں ۔ اور کوئی علت درمیان نہیں ۔ اسی موقعے کے لیے بزرگوں کا ارشاد ہے ۔ اَلْفَضْلُ لِمَنْ فَضَّلَہُ اللّٰہُ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْھَرِ (۲۸) ۔ کیونکہ اگر عمل ہی پر فضل کا انحصار ہوتا تو بہر طور پہلی امتیں اس اُمّت پر فضیلت رکھتیں ۔ وہ سات سو، آٹھ سو اور ہزار سال کی عمریں پاتے تھے اور ان کا عمل بلاشبہ زیادہ تھا ۔ اور اس امت کی عمر اکثر ساٹھ ستّر سال ہوتی ہے ۔ پس ان کا عمل اور ان کا کام بے شک تھوڑا ہے ۔ ان تمام باتوں کے باوصف اس امت پر ساری امتوں سے زیادہ فضل کیا گیا

ہے۔ اور اگر فضل کا انحصار جوہر پہ ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیونکہ اس کی ساخت آتشِ نورانی سے ہے اور آدم خاکِ ظلماتی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس کے باوجود شیطان پر آدم کو فضیلت عطا ہوئی۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ فضل کا انحصار نہ تو عمل پر ہے نہ جوہر پر۔ پس ثابت ہوا کہ فضل اسی پر ہوتا ہے جس پر خدا افضل کرنا چاہے۔ لیکن یہاں بات توبہ پر ہو رہی ہے۔ اے بھائی! وہ جو سلطانِ انبیاء اور بادشاہِ اولیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہر روز ستر(۷۰) بار استغفار پڑھتے تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (۲۹) تو ستر سے سو بار پڑھنے لگے۔ اس میں غایت فرمانبرداری کی طرف اشارہ ہے۔ ہر چند کہ جو مطیع تر اور پاکیزہ تر ہوتے ہیں ان کی زندگی کا کوئی لمحہ توبہ و استغفار سے خالی نہیں رہتا۔ آدمی کی ہلاکت ترکِ توبہ و استغفار سے ہے۔ محض گناہ سے نہیں۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابلیس علیہ اللعنۃ کے قصے پر نظر کرو کہ کس طرح آدمؑ گرنے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنا شروع کیا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (۳۰) اور ملعون گرا کا گرا رہا۔ یہاں تک کہ اسے اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ سے داغا گیا۔ اے بھائی! بندے کو عمداً گناہ نہ کرنا چاہیے۔ اور اگر گناہ میں گر گیا تو بہت جلد اس کو اٹھ جانا چاہیے جیسا کہ اس کے باپ اٹھ گئے تھے اور وہی کہنا چاہیے جو باپ نے کہا تھا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ اس افتادگی پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ یہ کفر کا دیباچہ ہے۔ جیسا کہ قابیل نے کیا اور آخر کافر ہوا۔ انسانوں میں وہی پہلا شخص تھا جس نے گناہ کیا، اس پر اصرار کیا اور آخر کافر ہو گیا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔ پس چاہیے کہ گناہ کے قریب نہ جائے اور اگر ایسی افتاد پڑ بھی جائے تو فوراً اٹھے اور کہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اور گناہ پر اصرار سے ایسے بھاگے جیسا کفر سے بھاگتا ہے۔ کیوں کہ

ساری ہلاکتیں اصرار میں ہیں۔ شریعت کا فتویٰ ہے لَا صَغِیْرَۃُ مَعَ الْاِصْرَارِ وَلَا کَبِیْرَۃُ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ (۳۱)۔ اے بھائی! اجل گھات میں ہے اور فرصت عزیز ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک ملک الموت تمہارے روبرو ہو اور تم پہچان نہ سکو۔ اے بھائی! خواہ تم کتنے ہی آلودہ اور ملوث کیوں نہ ہو توبہ اختیار کرو اور فضل کے امیدوار ہو۔ کیونکہ تم فرعون کے جادوگروں سے زیادہ گنہ آلودہ نہیں ہو۔ اور کوہِ طور کے پتھر سے زیادہ جمود کی صفت نہیں رکھتے ہو۔ اور چوب حنانہ سے زیادہ بے قیمت نہیں ہو۔ غلام اگر حبش سے بھی لایا جائے تو نقصان کیا ہے اس کے مالک نے تو اس کا نام کافور رکھ دیا ہے۔ اے بھائی! ملائکہ نے جب کہا کہ اس کے فساد کے مقابلے میں ہم میں تاب نہیں ہے تو ندا آئی بے شک! اگر میں اسے تمہارے پاس بھیجوں تو تم اسے رد کر دینا اگر تمہارے ہاتھ بیچوں تو نہ خریدنا۔ ڈرتے ہو کہ اس کی معصیت ہماری رحمت پر سبقت لے جائے گی۔ یا یہ ڈرتے ہو کہ اس کی آلودگی سے ہماری قدوسیت کے کمال میں نقص واقع ہو گا؟ یہ مشتِ خاک تو ہماری جناب میں مقبول ہے۔ جب ہم نے اسے قبول کر لیا ہے تو اس کی معصیت اور آلودگی سے کیا نقصان۔ اسی مقام کے لیے کہا ہے ؎

سراسر باہمہ عیبم بدیدی و خریدی تو

زہے کالائے پُرعیب و زہے لطفِ خریداری

(ترجمہ:۔ میں سراسر عیب تھا۔ تو نے دیکھا اور مجھے خرید لیا۔ کیا کہنے اس پُرعیب متاع کے اور کیا کہنے اس لطفِ خریداری کے)۔

فائدہ ۔ ۷

تجرید و تفرید مُرید کے لیے شرطِ راہ ہے

اے بھائی! سمجھ لو کہ تجرید و تفرید، مرید کے لیے شرطِ راہ ہے۔ تجرید تو خلائق و علائق سے علیحدگی ہے اور تفرید اپنے آپ سے، نہ دِل میں غبار ہو نہ پشت پر بار ہو، نہ کسی میں شمار ہو، نہ سینے میں آزار ہو، نہ مخلوق سے کوئی سروکار۔ اس کی ہمت عرش سے پرے اور کونین سے بھی ماوراء ہو۔ اپنی مراد (یعنی حق سبحانہ تعالیٰ) کے ساتھ آرام پائے اور باوجود کونین کے حصول سے دوست کے بغیر اسے خوشی نہ ہو اور دونوں جہاں میں سے کچھ بھی حاصل نہ ہو مگر دوست مِل جائے تو ناخوش نہ ہو۔ ایک عزیز نے کہا ہے لَا وَحْشَةَ مَعَ اللّٰہِ وَلَا رَاحَتُ مَعَ غَیرَ اللّٰہِ (۳۲)۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بَاتو دل مسجد ست وبے تو کنشت

بے تو دل دوزخ ست وباتو بہشت

(ترجمہ :۔ تو ہے تو دِل مسجد ہے۔ تو نہیں تو بت خانہ ہے۔ تیرے بغیر دِل دوزخ ہے اور تو ہے تو بہشت ہے)۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ غیر حق کے بغیر تو گذارا ممکن ہے مگر حق کے بغیر کسی حال میں ممکن نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی وحی کے ذریعے یہی اطلاع دی گئی ہے اَنَا بُدَّکَ اللَّازِمُ (میں تیرے لیے ناگزیر ہوں)۔ تو ہر چیز کے بغیر گذارہ کر سکتا ہے میرے بغیر نہیں۔ بہر صورت انا کی تختی توڑ دیتے ہیں اور دیدۂ انا کو نکال ڈالتے ہیں۔ مردِ خدا کی نظر میں موت وحیات یک رنگ ہو جاتے ہیں۔ رد و قبول، مدح و ذم اس کی ترازو میں ہم وزن ہو جاتے ہیں۔ بہشت و دوزخ کا اس کے حاشیۂ دِل میں گذر

نہیں۔ دنیا و آخرت کی اس کے سینے میں جگہ نہیں۔ روٹی اور پیسے کے لیے مخلوق کے آگے اس کی گردن خم نہیں۔ وہ ایک ایسا بلند ہمت غواص ہے جو محیطِ جاں کا شناور ہے اور کوہرِ شب افروز اس کا معاوضہ ہے۔ وہ بوڑھی عورت کے چھوٹے سے چراغ کے دھوئیں پر کب دھیانِ دے سکتا ہے۔ اس کا مقصود تو درگاہِ الٰہی ہے۔ اس کا دِل ماسوی اللہ کے لیے سُست رفتار اور اس کی طلب جاہ و کرامت کی راہ میں پاشکستہ ہے۔ ننگ و ناموس کی تختی دھوکر صاف کر دی گئی ہے اور روش یہ ہے کہ لَو زَحَمَنِی الْعَرْشُ لَمحَنَقْتُہٗ (۴۳) یعنی اگر عرشِ مجید بھی میری ہمت کے مقابل آتا ہے تو اسے نیچا دکھا دوں گا۔ وَلَو اَقبَلَنِی الکَونَانِ لَہَدمتُہٗ (۴۴) اگر دنیا و آخرت میری ہمت کے آگے آتے ہیں تو انھیں ایسی ضرب لگاؤں گا کہ فنا ہو جائیں۔ اُس کا عیش تو یہ ہے کہ طُورِ سینا سے ہر لحظہ اسے ندائے طلب آتی ہے اور وہ موسیٰؑ کی طرح نعرۂ ارنی بلند کرتا ہے اور اس کے جواب میں از راہِ عزت حضرتِ مطلوب سے لن ترانی سنتا رہے۔ کیا کہنے ہیں اس کام کے اور کیا کہنے اِس جنونِ آب و خاک کے۔ جب مریدِ صادق کو یہ تجرید و تفرید حاصل ہو جاتی ہے تو اس عالم میں اس کی جلوہ گری بھی اس طرح کرتے ہیں کہ یَا دَاؤدُ اِذَا رَاَیتَ لِی طَالِباً فَکُنْ لَہٗ خَادِماً (۴۵) داؤد علیہ السلام جیسا پیغمبر اس کا خادم ہو جاتا ہے۔ پس اسی سے جان لینا چاہیئے کہ دوسروں کی کیا حیثیت ہوگی۔ خدائی میں عقل کی رسائی نہیں۔ یہ تو اس کی مشیت ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ۔ بت خانۂ آذر سے ابراہیم خلیل اللہؑ کے پیدا ہونے پر نظر کرو۔ بت کدۂ عبداللہ سے محمدؐ حبیبِ خدا کے ظہور پر غور کرو۔ یہ انکشاف مرید پر رفتہ رفتہ اور تدریجاً ہوں گے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللہُ۔ اے بھائی! آج دین کی راہ میں جو خار بھی نکلے اُسے پکڑ لینا چاہیئے اگر وہ چھوٹ گیا تو ایک دن اُس خار سے تیر بنایا جائے گا جو تمہارے دِل و جگر پر چلایا جائے گا۔ دیکھتے نہیں کہ موسیٰؑ

کو جب مکالمت کی دولت سے نواز اگیا وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوسٰی تَکْلِیْمًا (۴۶)
اور انہوں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو دیکھا ۔ چودہ کلماتِ حق بلا واسطہ
ان پر نازل ہوتے ۔ سر سے ناخنِ پا تک وہ ہمہ تن گوش ہوگئے یہاں تک کہ وہ ہر عضو
سے اسی طرح سنتے تھے جس طرح کانوں سے سنتے ہیں ۔ جو بھی کلمہ ان پر نازل ہوتا اس
سے وہ بیہوش ہوجاتے اور ہر مرتبہ جب ہوش میں آتے تو ان کے اوپر یہ تازیانہ لگایا
جاتا وَقَتَلْتَ نَفْسًا یا مُوسٰی یعنی اے موسیٰؑ بغیر ہماری وحی کے تم نے کیسے
ایک قبطی کو قتل کردیا ۔ اگر دوزخ کے ساتوں طبقوں کا عذاب بھی دیدۂ موسیٰؑ کے سامنے
رکھ دیا جاتا تو اس کی تکلیف ایسی نہ ہوتی جیسی کہ ان کے فعل کو ان کے روبرو پیش کرنے
سے ہوتی تھی ۔ اور پھر اس وقت جب کہ ان پر اتنی نوازشیں تھیں اور خلعتیں عطا ہو رہی
تھیں وہ خار کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی راہ میں چھوڑا تھا ان کے دیدۂ دولت کا مدعی
بن گیا ۔ اے بھائی ! مردوں کی طرح جی اور مردوں کی طرح کھانا کھا ۔ عاشقوں کے لیے
دریا پایاب ہے ۔ وفا ہو کہ جفا ، منع ہو کہ عطا ، سب یکساں ہیں ۔ یہی نشانِ صدق
ہے ۔ روایت ہے کہ جب شہبازِ محبت آشیانۂ عزت سے پرواز کر گیا تو عرش پر پہونچا ۔
عظمت کا مشاہدہ کیا ۔ پھر اس سے گذر گیا ۔ اور کرسی کے پاس پہونچا ۔ اس کی وسعت
نظر آئی مگر وہاں سے بھی گذر گیا ۔ اور آسمان پر پہونچا ۔ رفعت نظر آئی ۔ مگر وہاں سے
بھی گذر گیا اور پھر خاک پر پہونچا ۔ محنت کو دیکھا آتے آیا ۔ پوچھا کیا عجب معاملہ ہے ؟ یہ
کیا ہوا ؟ جواب دیا ۔ میں محبت ہوں اور وہ محنت ہے ۔ ہمارے درمیان عالم ظاہر
میں نقطے کا فرق ہے اور معنوی اعتبار سے جاننے والے جانتے ہیں ۔ لوحِ محفوظ
میں جو پہلا لفظ لکھا گیا تھا وہ محبت کا لفظ تھا ۔ پس نقطۂ "با" ، نقطۂ "نون" کے ساتھ
متصل ہوا تو محنت ہوگیا ۔ ترکیب ایک ہی ہے نقطے کا فرق ہے (اُوپر اور نیچے) اگر نگہِ
نیک سے دیکھو تو دونوں ایک ہی ہیں ۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بزرگوں کا ارشاد ہے

کہ ہر نقطے میں ہزاروں قہر پوشیدہ ہیں اور ہر حرف میں سینکڑوں ہزاروں جام شربت زہر سے بھرے ہیں۔ ہر لمحہ اس کے دوستوں کی آرزو ہے کہ پیئیں اور مست ہو جائیں۔ مگر خطاب ہوتا ہے اَصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۲۷)۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فائدہ۔۸

بشر خلاصۂ موجودات اور زبدۂ مخلوقات ہے

اے بھائی! سمجھ لو کہ بشر خلاصہ موجودات و مخلوقات ہے۔ جو کچھ رکھتا ہے بشر رکھتا ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے نقش بر دیوار ہے۔ پس غافل نہ ہونا چاہیئے کہ جو آب و گل کو میسّر ہے اٹھارہ ہزار عالموں کو بھی نہیں۔ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ[38] سے ظاہر کرتا ہے۔ غور کرو کہ فرشتوں کو اپنی تقدیس و طہارت کے باوصف محض بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ[39] کا مقام ملا۔ لیکن یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ[1] کے لیے اگر کسی کو شائستہ سمجھا گیا تو اِس آب و خاک کو۔ اس میں بھید کی بات یہی ہے جو کسی نے کہا ہے ؎

خاک راچوں کار باپاک اوفتاد

پیش آدم عرش در خاک اوفتاد

(ترجمہ:۔ جب خاک کا معاملہ پاک سے ہوا تو آدم کے آگے عرش بھی خاک پر گر پڑا)۔

اے بھائی! جب اس نے ایک مشت خاک کو اپنی کمالِ قدرت سے اپنا لیا تو چالیس برس تک اُسے اپنی نظر کے آفتابِ نور کی تپش میں رکھا۔ یہاں تک کہ اُس سے پستی کی نمناکی دور ہو گئی۔ تب ملائکہ سے فرمایا کہ اس عجیب و غریب شکل و صورت والے کی بارگاہ میں جاؤ اور اس کے آستانِ جلال کو جو کہ سات آسمانوں سے بھی پرے ہے بوسہ دو۔ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ[40] اُس وقت حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ یہ مرتبت، یہ منقبت، یہ برکات اور یہ منزلت مٹی کا

نصیب نہ تھا۔ بلکہ سلطانِ دِل کی خاطر تھیں۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (۴۱) کے بھید میں لطائفِ الٰہی میں سے ایک لطیفہ، اسرارِ بادشاہی میں سے ایک سر اور معانی غیب میں سے ایک معنی ہے۔ آدم کے سویدائے دِل میں ودیعت کیا گیا۔ اور حضرتِ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے اس سربستہ راز کی یوں نشان دہی کی گئی ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (۴۲) جو اس سرِ عظیم کی محض تشبیہ و تمثیل کے طور پر ہے۔ جب ملائے اعلیٰ نے اس بزرگی اور علوئے مرتبت کو دیکھا تو بے باک خاک کے آستانے پر اپنی روحوں کو نثار کر دیا۔ وہ ملعون جو اپنے زمانے کا چمگادڑ تھا جب آفتاب آدم کے مقابل ہوا تو آنکھیں ملنے لگا۔ اور اپنی انتہائی بدقسمتی کے سبب اس دولتِ نور کا ایک ذرہ بھی نہ دیکھ پایا۔ آدم کی ذات اسرارِ غیب کی اقامت گاہ ہے۔ ورنہ ایک مشتِ خاک کی یہ اہلیت کہاں کہ حظائرِ قدس کے ساکن اور منابرِ اُنس کے خطیب اس کے آگے سجدہ ریز ہو جائیں۔ گِل بے حاصل کی ایک مُٹّھی اور اس کی یہ آبرو کہ جبریئل امین بامکین کو حکم دیا جائے کہ اُسْجُدُوْا لَہٗ۔ اس مشتِ خاک نے بلاشبہ اپنے لطیفۂ دِل کی بنا پر ہی ایسی خلعت پائی ہے۔ تمام اہلِ خرد اس بات پر متحیر اور انگشت بدنداں ہیں کہ کیا بات ہے کہ حق تعالیٰ خاک کو دوست رکھتا ہے! ایک عزیز نے حق تعالیٰ کی شان میں کہا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی کو دوست نہیں رکھتا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ جو اپنی صنعت کو دوست رکھتا ہے وہ خود کو دوست رکھتا ہے۔ روایت ہے کہ جب پیغمبر آدم علیہ السلام بہشت میں پہنچے تو شریعت نے آواز دی وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (۴۳) طریقت نے کہا اِهْبِطُوْا مِنْهَا (۴۴)۔ شریعت نے للکارا اس سے دُور رہ۔ طریقت نے صلاح دی ان سب میں آگ لگا۔ آدم نے کہا بہشت تو جائے آراستگی اور مقامِ خواجگی ہے۔ ہمارے دل میں ایک بات آئی ہے کہ ایک روز اپنے ہی کلبۂ احزاں میں چلیں کہ خواجگی ہمیں راس نہیں آتی سراپردۂ غیب

سے ندا آئی کہ اے آدم! مسافرت اختیار کرو۔ کہا کیوں نہ اختیار کریں جب کہ ہمیں کام راہ ہیں ہے۔ فرمایا لگ جاؤ کام پر۔ کہا موجودہ کام سے دوسرا کام بہتر ہے۔ یہاں بہشت زیرِ فرمان اور رضوان و ملائکہ جاکر و خادمان ہیں۔ فرمایا کہ دارسلام کو چھوڑکر دارالملام لینا ہوگا۔ سر سے تاج اُتار کر افلاس کی دھول سر پر ڈالنا ہوگی۔ نامِ نیک کو ملامت میں بدلنا ہوگا۔ پس وَعَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (۴۵) کو اختیار کرنا ہوگا۔ جواب دیا یہ سب منظور ہے۔ عالم میں ندا لگادی مجھے پرواہ نہیں اور اپنا غارت گر ہاتھ خلافت کے دولت خانے پر پھیر دیا۔ یہ نہ کہو کہ آدم سے بہشت چھین لی گئی۔ اسطرح کہو کہ آدم کو بہشت سے چھین لیا گیا۔ قلب گریاں مرغِ بریاں سے آسودگی حاصل نہیں کرتا۔ جاں سوختہ اور جگر خستہ کی نظر حور و قصور پر نہیں پڑتی خاک کو حقیر نہ جانو۔ ہر نقد کہ ہے اسی آب و خاک میں ہے۔ ہر وجود کہ ہے جیفۂ آب و خاک سے باہر نہیں۔ باقی جو ہے نقش بر دیوار ہے۔ عزیزانِ طریقت کا کہنا ہے کہ دولت و سعادت کے لاکھوں خزینے بھی آدم پر نچھاور کر دیئے جاتے تب بھی وہ بات نہ ہوتی جو وَعَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ کے سراپردہ قہر میں گھسیٹنے سے پیدا ہوئی۔ آدم کی عصمت سراپردۂ تقدیر میں قدیم تھی مگر اُن کو وَعَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ کے مقام سے گذارنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے فرزندوں پر توبہ کا دروازہ کھلا رہے۔ یہ قدرت کا ایک کرشمہ تھا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی درگاہ کی عزت تھی۔ اسی نسبت سے دفترِ خلقت میں اس گوہر کو خَلَقْتُ بِیَدَیَّ (۴۶) کے اعزاز سے نوازا گیا۔ ایسی شاہی خلعت کے لیے وَعَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ کی قبا و کلاہ معمولی بات نہیں۔ فردوسِ اعلیٰ اور دارالسلام میں قدرت کی جو نوازشیں تھیں اور جو الطاف تھے سب آدم پر فریفتہ ہو گئے۔ کیوں کہ ایسا عجیب الخلقت اور عجوبۂ روزگار انہوں نے کسی اور کو نہ دیکھا تھا۔ سبھوں نے آدم کے دامن کو اپنے عشق کے ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ بلند ہمت آدم دل گرفتہ ہو گئے۔ حکم

انہیں چاہیے تھا اور بارِ حکم انھیں کھینچنا تھا ۔ بہشت تو سرائے ناز ٹھیری ۔ حکم کا بوجھ اٹھانے کا یارا اس میں کہاں ۔ فریاد کی ۔ بارِ الٰہی ! کوئی بہانہ چاہیے جس کے سہارے میں حورانِ بہشت سے خلاصی پاسکوں ۔ گندم کا درخت یہی بہانہ تھا ۔ پھر عالم میں وَعَصٰیٓ رَبَّہٗ کی ندا گونج گئی ۔ اور سب نے اس کے دامن سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ۔ اے بھائی ! آدم کے راستے پر چلے بغیر آدم کی بات نہیں کی جاسکتی ۔ آدم کا دامن دین کے غم نے تھام لیا تو انہوں نے دارالسلام کے عوض دار الملام کو قبول کر لیا ۔ پوچھا گیا ۔ شیطان سے عداوت کرسکو گے ؟ اصطفا کو چھوڑ سکو گے ؟ نیک نامی پر عصیاں کا داغ ثبت کر سکو گے ؟ اور خلافت کے تاج کو نعلین بنا سکو گے ؟ کہا ۔ ان سب باتوں کے لیے تیار ہوں مگر حدیثِ محبت کا اندوہ مجھ سے کم نہ کر ۔ انہوں نے خود ہی اس طرح خروج کیا ہے اور فردوس کی مملکت اپنی نازشوں اور نعمتوں کے باوجود ان کے ہاتھوں برباد ہوئی ۔ اے بھائی ! اگر تمام پاکوں کی عصمت اور تمام معصوموں کا اخلاص تیری طینت کا ملبوس بھی بن جاتے تو دیکھنا فریفتہ نہ ہونا ۔ اور اگر زہر میں بجھی ہزاروں تیغیں بھی تیرے سر پہ لگائی جائیں تو دیکھنا شکست نہ کھانا ۔ اے بھائی ! جبرئیل کو بھی اس کام کے اسرار کا پتہ نہیں ہے ۔ میں اور تو اور ہماری طرح کے لوگ بھلا کون ہوتے ہیں ؟ پیغمبر آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائک بنایا گیا ۔ مملکتِ بہشت انہیں اکرام کی گئی ۔ پھر یکایک انھیں بہشت سے نکال دیا گیا ۔ یہ اعلان کیا گیا کہ وَعَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (۴۵) اسی لیے تو کہتے ہیں کہ آدم کو تاج و تختِ بادشاہی کے ساتھ بہشت میں داخل ہوئے پہلا ہی روز تھا اور وہ ابھی تمام بھی نہ ہوا تھا کہ انھیں بہشت سے برہنہ جسم باہر نکال دیا گیا ۔ اے بھائی ! غور کر دکہ بہشت جیسے مقام پر تاجِ عصمت سر پہ رکھنے اور قبائے خلافت جسم پہ اوڑھنے کے باوصف ہمارے پدرِ بزرگوار ایک سانس بھی ایسا نہ لے سکے جو بلاؤں سے خالی ہو ایک قدم بھی ایسا نہ اٹھا سکے جو بے محنت ہو تو ہم لوگ جو اُن کے

فرزند ہیں اور دارِ بلا میں مقیّد، سرائے ابتلا میں سرگرداں، ہزاروں خطاؤں اور گناہوں میں آلودہ اور عذاب و عقوبت کے مستحق ہیں کس طرح ممکن ہے کہ ایک سانس بھی بے محنت لیں اور ایک قدم بھی بے بلا چلیں۔ اے بھائی! ہماری غذا اور ہمارا کھانا ماں کے پیٹ ہی سے خون کے سوا کیا ہے؟ پس اس خونخوار کو مراد و راحت سے کیا کام۔ خوشی و خوش نوشی سے کیا کام۔ وہ جو سلطانِ انبیاء اور بادشاہِ اولیا ہیں ان کی فریاد پر غور کرو کہ کس قدر دردمندانہ ہے یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (۴۷) اور وہ کہ بعد انبیاء و رسل افضل البشر ہیں ان کی فریاد ہے کہ اے کاش میں برگ درخت ہوتا کہ بکریاں مجھے کھا لیتیں۔ اور وہ جن کے اعزاز میں اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا (۴۸) کہا گیا روتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے کاش! میں اپنی ماں کے بطن میں حیض کا خون ہوتا اور ضائع ہو جاتا۔ پھر بھائی! ہم اور تم کیا چیز ہیں۔ جو کام مجھ پر اور تم پر آپڑا ہے نہ اُسے پہاڑ سہار سکتا ہے نہ آسمان ہی کو اس کا یارا ہے۔ نہ زمین میں تاب و مجال ہے۔ جب یہ حال ہے تو بہتر ہے کہ دعا کے لیے ہر وقت ہاتھ اٹھے رہیں ؎

یا الٰہ العالمین درماندہ ام
غرقِ خوں در خشک کشتی راندہ ام
درمیانِ راہ تنہا ماندہ ام
کس ندارم بے سر و پا ماندہ ام

(ترجمہ:۔ اے الٰہ العالمین میں درماندہ ہوں۔ خون میں غرق میری کشتی خشکی پر چل رہی ہے۔ راستے میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ میرا کوئی نہیں۔ بے سر و پا رہ گیا ہوں)۔

اے بھائی! آج یہ جگہ (یعنی دنیا) ہزاروں بلاؤں اور آفتوں کے ساتھ اور

اوامر نواہی کی ہزاروں بندشوں کے ساتھ ہمارے آگے ہے۔ شیطان اور نفس ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ کیسے کہتے ہو کہ گناہ نہ کرو۔ یہ بڑا عجیب حکم ہے۔ ایک دن پیغمبر آدم علیہ السلام نے ابلیس علیہ اللعنتہ کو دیکھا تو پوچھا۔ اے لعین! تو نے میرے ساتھ یہ کیا کیا؟ کہنے لگا اے آدم! یہ کام کہ میں نے تیرے ساتھ کیا مانے لیتا ہوں۔ مگر یہ بتا کہ میرے ساتھ یہ سب کچھ کس نے کیا۔ خوب کہا ہے کسی نے ؎

صیادِ ازل دانہ کہ بر دام نہاد

مُرغے بگرفت و آدمش نام نہاد

ہر نیک و بدے کہ در جہاں می گذرد

خود میکند و بہانہ بر عام نہاد

(ترجمہ:۔ صیادِ ازل نے دام میں دانہ ڈال کر ایک پرندے کو گرفتار کیا اور اس کا نام آدم رکھ دیا۔ جہاں میں جو کچھ خیر و شر ہوتا ہے۔ خود کرتے ہیں اور بہانہ عامتہ الناس کو بناتے ہیں)۔

شیطان کیا ہے؟ اور نفس کیا ہے؟ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ (۴۹) وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (۵۰)۔ سوائے اس کے چارہ کیا ہے کہ پیشِ چوگاں گیند بنے رہیں اور انتظار کرتے رہیں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔

فائدہ ۔ ۹

توبہ کے مقام کا درست کرنا مہماتِ کار سے ہے

اے بھائی! سمجھ لو کہ سب سے پہلے تن، جامہ اور لقمہ پاک اور حلال چاہیئے۔ تب حواسِ خمسہ معصیت اور نافرمانی سے پاک ہوں گے۔ پھر اس وقت دِل تمام برے اوصاف جیسے بخل، کینہ و حسد سے پاک ہوگا۔ جب یہ پہلی پاکی حاصل ہوگئی تو سمجھو کہ مرید دین کے راستے پر ایک قدم چلا۔ اور جب دوسری پاکی حاصل ہوئی۔ دین کی راہ میں مرید کے دو قدم طے ہوئے اور جب تیسری پاکی بھی حاصل ہوگئی تو مرید تین قدم بڑھ گیا۔ توبہ کی حقیقت اسی مقام پر حاصل ہوگئی اور اسی جگہ مرید حقیقی طور پر تائب ہوگیا۔ اس کو "گردش" (اوصافِ مذمومہ کا اوصافِ حمیدہ سے بدل جانا) کہتے ہیں۔ یعنی آلودگی اور نجاست کی حالت سے پاکی کی حالت کی جانب پلٹ گیا۔ کلیسا تھا اب مسجد بن گیا، بت خانہ تھا صومعہ بن گیا۔ اس وقت مرید کے دِل پر ایمان کا آفتاب طلوع ہوگا اور اسلام کا جمال اس پر ظاہر ہوگا۔ معرفت کا دروازہ اس کے سینے میں کھل جائے گا۔ لیکن کوئی معاملہ یا کوئی مجاہدہ اگر بے طہارت ہے تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

اوصافِ ذمیمہ چوں بدل شد
ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

(ترجمہ :۔ جب اوصاف ذمیمہ بدل گئے۔ تیرے اندر کے سب راز کھل گئے)۔

جب توبہ نمودار ہوئی تو ایمان کا آفتاب سینے میں اس کے توبہ کے مطابق چمکے گا۔ توبہ کا دروازہ جس قدر کھلتا ہے اُسی قدر ایمان کا آفتاب اس پر اپنی چمک ڈالتا

ہے ۔ پس توبہ کا مقام درست کرنا ہی سب سے بڑی مہم ہے ۔ اسی معنی میں سُنو سے

اے پیرِ گنہگار درِ توبہ کشادہ است
انواعِ نعم بہرِ تو آمادہ است
بشتاب سوئے توبہ کہ از مادرِ گیتی
از کردن تاخیر بسے واقعہ زاد است

(ترجمہ :۔ اے گناہوں میں آلودہ بڈھے توبہ کا دروازہ کھلا ہے ۔ طرح طرح کی نعمتیں ہیں جو تیری منتظر ہیں ۔ توبہ کے لیے جلدی کر ۔ مادرِ گیتی سے تاخیر کے سبب بہت سے واقعات جنم لے چکے ہیں) ۔

کسی کو بت کے آگے سے چشم زدن میں اٹھا کر ایسی مقبولیت بخشتے ہیں کہ اُس کی پیشانی سجدۂ بت سے گرم ہی رہتی ہے کہ اُسے تمام فرشتوں اور تمام آسمانوں سے بلند کر دیتے ہیں ۔ اور ایک ایسی صفت سے اسے متصف کرتے ہیں کہ اگر انس و جن و ملک بھی تلاش کریں تو اس کا مقام نہ پا سکیں ۔ سرگرداں و حیران ہو کر پوچھیں کیا تھا اور کیا ہو گیا ؟ جواب ملتا ہے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہیں نے جو چاہا کیا ۔ چوں و چرا کی اس بارگاہ میں گنجائش نہیں ۔ یہاں عِلّت کا کوئی دخل نہیں کیوں کہ یہاں کے کام بے علت ہیں ۔ ہم ایک کو بایزیدؒ بناتے ہیں اور ایک کو ابوجہل ایک کو اعلیٰ علیین پہ پہونچاتے ہیں اور ایک کو اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ میں گھسیٹتے ہیں کوئی عِلت درمیان نہیں ۔ تم اِن سوالوں سے باز رہو ۔ چوں و چرا عالم انسانیت ہیں صرف کرو ۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے سے

ہیبتِ ایں کارِ راہ مشکل است
صد جہاں زیں سہم پر خونِ دل است

خونِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت
آسمان برفسق ایشاں خاک ریخت

(ترجمہ :۔ اس راہ کی ہیبت ایک مشکل کام ہے۔ سیکڑوں جہاں ہیں کہ جن کے دِل اس کی ہیبت سے خون ہیں۔ صدیقوں کا خون اسی حسرت میں بہتا ہے اور آسمان ان کے فسق و فجور پر خاک اڑاتا ہے)۔

اے بھائی! نہ کسی کے ایمان وطاعت سے اس کے جمال وکمال کو تقویت حاصل ہے نہ کسی کے کفر ومعصیت سے اسے نقصان و زوال۔ اگر سارا عالم کعبہ اور تمام جن وانس ابوبکر صدیقؓ بن جائیں تو بھی کیا؟ اور اگر تمام عالم بت کدہ اور تمام جن وانس نمرود و فرعون ہوجائیں تو بھی کیا؟۔ کہتے ہیں ؎

بے نیازیش راچہ کفر چہ دیں
بے زبانیش راچہ شک دیقیں

(ترجمہ :۔ اس کی بے نیازی کے سامنے کیا کفر اور کیا دیں۔ اس کے سکوت کے آگے شک کیا اور یقین کیا)۔

نہ از عیسیٰؑ رسد سُودت نہ موسیٰؑ
نہ از فرعون زیاں بودت نہ نمرود

(ترجمہ : نہ تجھے عیسیٰؑ سے فائدہ پہونچ سکتا ہے نہ موسیٰ سے۔ نہ فرعون تیرے نقصان کا باعث ہے نہ نمرود)۔

فائدہ ۔ ۱۰

درویشی اور مسکینی راحتِ تمام ہے کہ دُنیا کے

فتنوں اور اہل دُنیا کی بلاؤں سے محفوظ ہے

اے بھائی ! عالم میں پہلے صوفی آدم علیہ السلام تھے ۔ حق تعالےٰ نے انھیں خاک سے پیدا کیا ۔ مقام اجتبا و اصطفا تک پہونچایا اور خلافت سے انھیں نوازا ۔ پہلے تو انہوں نے مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان چلّہ کھینچا کہ مرید کے لیے آغازِ کار چلّہ ضروری قرار پایا ۔ جب چالیس دِن تجرید کے عالم میں بسر ہو گئے تو حق تعالےٰ نے انھیں مائدہ (دستر خوان) روح عطا کیا ۔ ان کے دِل میں عقل کا چراغ روشن کیا ۔ حکمت کا نور اُن کے دِل سے زبان پر لایا ۔ اور وہ حرکت میں آ گئے ۔ خلعتِ خلافت عطا ہوتے ہی وہ مسجود ملائک ہوئے اور اپنے ارادے سے سوئے بہشت چلنے لگے ۔ کہا گیا کہ اپنے حواس و اعضاء کو قابو میں رکھو اور اپنے اختیار سے حرکت مت کرو ۔ مگر آدم نے جرأت کی اور انبساط میں ہاتھ بڑھا دیا ۔ کمین گاہ غیب سے عتاب کا زخم پہونچا وَعَصیٰ اٰدَمُ رَبَّہٗ ۔ پھر تو وہ بہت شکستہ خاطر ہوئے اور استغفار میں مشغول ہو گئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۔ صوفیاء نے اسی مقام سے سنت استغفار کا درس لیا ہے ۔ خلافت و خواجگی کے جو اسباب آدم کو حاصل تھے چھین لئے گئے ۔ وہ برہنہ کھڑے تھے اور استغفار کرتے تھے ۔ حکم ہوا کہ اے آدم ! اسی تاوان کے ساتھ دنیا کا سفر کرو کہ شرطِ ارادت یہی ہے ۔ جب بھی لغزش ہو گی سفر اختیار کرنا ہو گا ۔ آدم نے تنہا اور برہنہ زمین کا سفر اختیار کیا ۔ ان کے تن پر کوئی لباس نہ تھا ۔ حکم

ہوا کہ اے آدم تن ڈھانک لو۔ درختوں سے پتے مانگے۔ تین پتے ملے جنھیں باہم ملا کرسیا اور ایک مرقع بنالیا۔ خود کو اس مرقع سے ڈھانک کر زمین پر سفر کرنے لگے۔ تین سو سال تک آنکھوں سے اشکِ حسرت رواں رہے یہاں تک کہ انھیں پاک کیا گیا اور اِنَّ اللہَ اَصْطَفٰیٓ اٰدَمَ (۵۰) سے مصفیٰ ہوئے۔ آدم صوفی ہو گئے۔ وہ جامہ کہ درختوں سے مانگ کر پہنا اور مرقع بنالیا تھا تمام عمر عزیز رہا اور جب وقت آخر آیا تو پیغمبر شیت علیہ السلام کو یہی مرقع پہنایا گیا اور خلافت ان کے سپرد کی گئی۔ یہ طریقہ بعد میں عہد بعہد جاری رہا اور اس طرح دولتِ تصوف انبیاء میں نسلاً بعد نسلٍ رواں رہی۔ مسافر صوفیوں کو دنیا میں ایک جماعت خانہ چاہیئے جہاں وہ ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کے لیے جمع ہو سکیں اور ایک دوسرے کو اپنی سرگزشت سنائیں۔ اس طرح کعبہ کی صورت دنیا میں ظہور میں آئی اور وہی دنیا کی سب سے پہلی خانقاہ بنا۔ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی خانقاہ نہ تھی لہٰذا کعبہ ظہور پذیر ہوا۔

فائدہ ۔ ۱۱

مُرید کو ابوبکر صدیقؓ کی طرح اور پیر کو محمد مصطفےٰ کی طرح ہونا چاہیئے

اے بھائی ! سمجھ لو کہ مرید کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ہونا چاہیئے اور پیر کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ۔ جیساکہ خبر میں ہے کہ مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئاً فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ (۵۲) یہ صب دل سے دل کے اندر تھا کہ گوش و زبان کو بھی اس کی خبر نہ تھی ۔ زہے مُرید و زہے پیر ۔ جب تک دنیا باقی ہے ہرگز نہ ایسا پیر ملے گا اور نہ ایسا مُرید ۔ وہ جو کہتے ہیں کہ مریدی پیر پرستی ہے اسی وجہ سے ہے ۔ اگر تمہاری حرکات و سکنات پیر کے ارشاد کے بموجب ہیں تو تم پیر کے مرید ہو ۔ اور اگر وہ تمہاری خواہش اور ہوس کے تابع ہیں تو تم اپنی خواہش کے مرید ہو ۔ پیر کے مرید نہیں ہو ۔ اسی موقع کے لیے کسی نے کہا ہے ؎

خود را بہ رکاب رہبرے بند
تا باز رہاندت ازیں بند

(ترجمہ :۔ خود کو اپنے رہبر کی رکاب سے باندھ لے تاکہ تجھے دوسرے بندھنوں سے نجات مل جائے)۔

اِس گروہ کا اجماع ہے کہ اگر پیر اپنے مرید کو کوئی ایسا کام بتائے جو بظاہر خلافِ دین ہے اور مرید پیر کے فرمان کی اتباع میں اس بظاہر خلافِ دین کام کا ارتکاب کرے تو وہ بے شک اپنے پیر کا مرید ہوا ۔ اور اگر خلافِ فرمان کیا اور شریعت کے مطابق کام کیا تو

وہ پیر کا مرید نہ ہوگا۔ اپنے ہی دین کا مرید ہوگا۔ اسی موقعے کے لیے ہے ؎

ہر چہ اُو گفت رازِ مطلق داں
ہر چہ اُو کرد کردۂ حق داں

(ترجمہ :۔ وہ جو کچھ ارشاد فرمائے اسے رازِ مطلق سمجھو اور جو کچھ وہ کرے اُسے اللہ کا فعل)۔

مریض کے لیے سوائے اِس کے کہ طبیب کے حکم پر چلے کوئی چارہ نہیں۔ مریض کو کیا حق پہونچتا ہے کہ طبیب کو حکم دے کہ مجھے وہ دوا دو یہ دوا نہ دو۔ میرے لیے یہ دوا رکھو وہ نہ رکھو۔ اگر اُسے خود علم ہوتا تو طبیب کی حاجت ہی کیا تھی؟ وہ اپنا طبیب خود آپ ہوتا۔ اور اگر پیر ایسا نہ ہو تو اسے پیر نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ یوں ہے کہ وہ ابھی مریض ہے۔ علتوں میں مبتلا ہے۔ خود طبیب کا محتاج ہے۔ دوسرے کا طبیب کیسے بن سکتا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ آج جو خلل ہے اسی وجہ سے ہے کہ نہ مرید ہی کو خبر ہے کہ مریدی کیا ہے اور نہ پیر جانتا ہے کہ پیری کیا ہے۔ محض ایک بے حقیقت رسم پر لوگ قناعت کر گئے ہیں اور اسے پیری مریدی کا نام دے رکھا ہے۔ تمام تر گمراہی ہے۔ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اور درمیان میں کچھ نہیں۔ چنانچہ قایل کہتا ہے ؎

ہیچ نہ در کاسہ و چندیں مگس
ہیچ نہ در قافلہ چندیں جرس

(ترجمہ :۔ کشکول خالی ہے مگر اتنی مکھیاں ہیں۔ قافلے میں کوئی نہیں مگر جرس بج رہے ہیں)۔

اگر مرید اس قابل ہوتا کہ پیر کے افعال کو اپنے علم اور عقل کی ترازو میں تولے تو اسے مریدی کی کیا حاجت ہوتی۔ اُسے خود پیری کرنی چاہیئے۔ اگر صراف کے ترازو میں پہاڑ کو تولا جا سکتا ہے تو مرید کی عقلِ رکیک کی ترازو میں پیر کے افعال بھی تولے

جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ تمھیں معلوم ہے۔ وہ ممکن نہیں ہے پس یہ بھی محال ہے۔ اس طرح کے مُرید بہت کم منزلِ مقصود کو پہونچتے ہیں اور سعادت حاصل کرتے ہیں۔ بہرکیف یہ ساری تقریر اِس کلمے کے ضمن میں تھی کہ اگر پیر ایسے کام کا حکم دے جو مرید کی نظر میں خلافِ دین ہو تو مرید کو چاہیئے کہ خلافِ دین کام پیر کے حکم کی مطابقت میں کر گذرے۔ جس نے بھی کہا خوب کہا ہے ؎

ہر چہ اُو گفت رازِ مطلق داں

ہر چہ اُو کرد کردۂ حق داں

(ترجمہ:۔ پیر جو کچھ کہے اُسے رازِ مطلق سمجھو اور وہ جو کچھ کرے اُسے اللہ کا فعل جانو)۔

یہاں منکر و جاہل کے اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ بات اس کے حوصلے سے باہر ہے۔ اس بے چارے نے زندگی بھر میں ایسی بات کہاں سنی ہوگی۔ بول اٹھتا ہے۔ هٰذَا اِفْکٌ قَدِیْمٌ (۵۳) اس گروہ کا جواب بغیر شور و غوغا اور بحث و تمحیص کے قاضی عین القضاۃؒ کی زبان میں یہ ہوتا ہے ؎

نہ ہمرہی تو مرا راہِ خویش گیر و برد

ترا سلامت بادا مرا نگوں ساری

(ترجمہ:۔ تو میرا ہمراہی نہیں۔ اپنی راہ لے۔ تیری سلامت روی تجھے مبارک اور میری نگوں ساری مجھے)۔

اے بھائی! مُرید وہ ہے جو خود کو پیر کے حوالے کر دے اَلْاِرَادَۃُ تَرْکُ الْاِرَادَۃِ (۵۴) کا مفہوم یہ ہے کہ مرید اپنی خواہشات سے اس طرح باہر نکل آئے جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے نکل آتا ہے۔ یا مردہ غُسال کے تصرّف میں ہوتا ہے۔ اگر تعرّض کا ذرہ برابر بھی شائبہ باقی ہے یا باطن میں چون و چرا کی رتّی برابر بھی گنجائش

ہے تو ایسا مرید خود پرست ہے پیر پرست ہرگز نہیں۔ اسی جہت سے کہتے ہیں کہ مرید کو پیر پرست ہونا چاہیے تاکہ وہ خدا پرست ہو سکے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۵۵) کے معنی یہی ہیں۔ اے بھائی پیغمبروں کی مثال طبیبوں کی سی ہے اور خلق کی مثال بیمار کی سی۔ قرآن گویا ایک خزانہ ہے۔ اس آیت کو پڑھو وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۤءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۵۶) کے بھید کو پاؤ۔ ہر مرض کے مطابق دوا تجویز کی گئی ہے۔ اور ہر علت کے لیے مختلف معجون تیار کیے گئے ہیں۔ تاکہ ہر مرض کا ازالہ ہو سکے اور صحت حاصل ہو۔ ہلاکت سے نجات ملے اور دین کا جمال نمایاں ہو۔ اسی قسم کی جماعت کے لیے کہ پیغمبروں کے وارث ہیں تَكَلَّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (۵۷) ارشاد ہوا ہے۔

اسی لیے وہ ہر ایک کی عقل کے مطابق بات کرتے ہیں اور ہر علت کی مقدار کو پیش نظر رکھ کر دوا تجویز کرتے ہیں۔ خبردار۔ ان کے ہر تصرف پر ایسا اعتقاد ہونا چاہیے جیسے هٰذَا وَحْیٌ مُّنَزَّلٌ اگر باطن میں بال برابر بھی چوں وچرا کا جذبہ کارفرما ہوگا تو تو منکر ہے مرید نہیں۔ کہتے ہیں ایک مرید نے اپنے پیر سے کہا آج رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کچھ فرما رہے ہیں اور میں کہہ رہا ہوں کہ وہ کیسے؟ پیر نے فوراً اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ بیداری کی حالت میں تیرا باطن اس چوں وچرا سے پاک ہوتا تو خواب میں بھی چوں وچرا نہ کرتا۔ ان ہی معنوں میں کسی نے کہا ہے ؎

مہر نادیدہ ماہ کے شود او
بندہ نابودہ شاہ کے شود او

(ترجمہ:۔ جس نے سورج کو نہیں دیکھا وہ چاند کیسے بن سکتا ہے۔ جو بندہ نہ ہوا بادشاہ کیونکر ہو سکتا ہے)۔

اگر ارشاد ہو کہ رات ہے اور تم آفتاب کو درخشاں دیکھ رہے ہو، تب بھی تمھیں یہی کہنا چاہیئے کہ میں غلط دیکھ رہا ہوں۔ یہ تو رات ہی رات ہے۔ مریدی اور ارادت آسان کام نہیں۔ حق کے راستے بہت سے ہیں مگر یہ راہ تمام راہوں سے زیادہ نادر اور عزیز ہے۔

فائدہ ۔ ۱۲

دُنیا بڑی مکّار، بے وفا اور بوقلموں ہے

اے بھائی! دنیا بڑی مکّار، بے وفا اور بوقلموں روزگار ہے۔ ایک ایسی زہر بھری شئے ہے جو شہد کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ صبح جس پر نوازش ہے شام اس سے گریز ہے۔ صبح دم جس سے نماز ادا کراتی ہے شام کو اسے غافل کر دیتی ہے اس کے جام میں گھاس پھوس اور اس کے پیالے میں مکھیاں ضرور پاؤ گے۔ اسی مقام کے لیے ہے ؎

از جامِ اُو مچش کہ در آں جام زہر ہاست
گلبرگ اُو مبُو کہ در آں زیر خار ہاست

(ترجمہ:۔ اس کے جام کو منہ نہ لگا کہ اس میں مختلف قسم کے زہر بھرے ہیں۔ اس کے پھول کی پنکھڑیوں کو نہ سُونگھ کہ اُس کے نیچے کانٹے ہی کانٹے ہیں)۔

یاد رہے کہ یہ بوڑھی دُلہن بہت سے خونخوار اور ظالم بادشاہوں کو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے اور بہت سے عاشقوں کو جو اس کا دم بھرتے تھے پامال کر چکی ہے۔ جسے بھی کچھ دیا اس سے واپس لے لیا۔ جسے بھی کچھ بخشتی ہے واپس مانگ لیتی ہے۔ اَلدُّنیَا سَاحِرَۃٌ (۵۸) اِس کا جادو اس حد تک ہے کہ اس کی تمام آرائش و نمائش خواب ہی خواب ہے۔ اور اِس کا کھانا، پہننا سب خیال ہی خیال ہے۔ جس قدر بھی اس کے لذّات و شہوات نظر آتے ہیں ان کی حیثیت احتلام سے زیادہ نہیں لیکن ایک جہاں ہے کہ اس کے پیچھے سرگرداں ہے۔ جس نے یہ رباعی لکھی ہے۔ خدا اس کی جان پر رحمت کرے ؎

حالِ دنیا را بہ پُرسیدم مِن دیوانۂ
گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانۂ
باز گُفتم حالِ آنکس گو کہ دِل درو ے بہ بست
گفت یا غولیست یا دیویست یا دیوانۂ

(ترجمہ :۔ میں نے کسی دیوانے (راہِ حق کے) سے ایک بار دنیا کا حال پوچھا تو جواب ملا کہ وہ خواب ہے، ہوا ہے یا افسانہ ہے۔ پھر میں نے کہا کہ جس نے اس سے دل لگایا ہے؟ کہا یا تو وہ جن ہے یا شیطان ہے یا دیوانہ)۔

اے بھائی! بزرگوں کا ارشاد ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس سے دِل شاد ہو۔ مگر ہاں، اس کی تہہ میں ایک چیز ایسی ہے جس سے دِل غمناک ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی خوشی بغیر غم کے، کوئی مسرت بلا ماتم کے دنیا میں پیدا ہی نہیں کی گئی۔

کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا سخت بدحال ہے سیاہ رو مکروہ صورت ہے۔ اُس سے پوچھا۔ تو کون ہے؟ کہا دنیا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کتنے شوہروں سے تیرا واسطہ ہے۔ کہنے لگی بے حد و اندازہ۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا ان شوہروں میں سے کتنوں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔ کہا کسی نے نہیں۔ سب کو میں نے قتل کیا۔ جیسے جیسے وہ ناپید ہوتے جاتے ہیں مجھے آرام و قرار ملتا جاتا ہے۔ اے بھائی! اگر دنیا کی کوئی قدر و قیمت ہوتی تو اس میں وفا کی کچھ بو باس ہوتی۔ حسن ہوتا، بہار ہوتی تو کون اہلِ بصیرت و دانش تھا کہ اسے چھوڑتا اور ہم تک پہونچنے دیتا؟ انبیار اور اولیار جو تمام خلائق میں فضیلت رکھتے ہیں اسے تین طلاق والی نہ گردانتے۔ اے بھائی! یہ جہاں ایک دریائے بلا ہے۔ ایک جیحون (ایک دریا کا نام) پُرخون ہے۔ دنیا ایک معشوقۂ فتّان اور دریائے بے سر و سامان ہے۔ وہ ایک ایسا کھلاڑی ہے جو عجیب ہے۔ اس کی بوالعجبی طرب افزا ہے۔ اس کا جمال زیرِ نقاب ہے، رفتار ناصواب اور دِل بے مہری سے

آراستہ ۔ خلق کو اپنے آپ سے بے بہرہ رکھتی ہے ۔ صبح جس سے اختلاط ہے شام اس سے احتراز ہے ۔ صبح جس سے نماز ادا کراتی ہے شام کے وقت اسے غفلت میں ڈال دیتی ہے ۔ یہ عروسِ زال ہے کہ بہت سے شاہوں کو اس نے تباہ کیا ۔ بہت سے عاشقوں کو ذلیل کیا ۔ یہ جہاں یک سر فریب اور سراسر عیب ہے ۔ لیکن اس میں ایک خوبی ہے کہ یہ آخرت کی کھیتی ہے جس میں تخم بوئے جاسکتے ہیں تاکہ آخرت میں اس کی فصل میسّر ہو ۔ دُنیا کا سب سے معمولی عیب یہ ہے کہ روزانہ بے وفا شوہر کی طرح دوسری عورتوں سے دِل لگاتی اور زانی عورت کی طرح ہر لمحہ دوسرے سے یاری کرتی ہے ۔ جس کسی نے اس سے کچھ پایا اسے لوٹانا پڑا ۔ کسی کو بخش دیا تو واپس مانگ لیا ۔ شوخ چشم اِس بلا کی ہے کہ فحش سے اسے شرم نہیں آتی ۔ ایسی احمقِ رعنا ہے کہ نیک و بد میں امتیاز نہیں کرتی ۔ اس کے عیب و نقص بہت ہیں اور قباحتیں فضیحتیں بے شمار ۔ اس کے باوجود ایک عالم اس کا دیوانہ اور اس کی طلب و آرزو میں گرفتار ہے ۔ پس اے بھائی ! سمجھ لو کہ مومن و کافِر ، مخلص و منافق یہاں یک زبان ہیں کہ دنیا بد اور مایہ فتنہ و فساد ہے ۔ فرعون و نمرود بھی اسی دنیا کے لیے دعوائے خدائی کر بیٹھے ، بلعم باعور اور برصیصا جیسے زُہّاد اسی دنیا کے سبب ہلاک ہوئے ۔ فرزندانِ آدم پر آج جو خرابی ہے اسی دنیا کے سبب ہے ۔ بزرگوں نے اسی مقام کے لیے کہا ہے کہ دنیا ایک دانگ کے برابر ہے کہ اس کا آدھا تو قارون کے ساتھ زمین دوز ہو گیا اور دوسرا آدھا تمام بنی نوعِ انسان کا مقسوم ہوا ۔ ایک آدمی کے حِصّے میں کیا پڑے گا ۔ بزرگوں کے ارشاد کے مطابق اَلدُّنیا کَنِیفُ آدَم یعنی دُنیا آدم کا پاخانہ ہے ۔ پس اے بھائی ! پاخانے میں کیا لذّت اور کیا نعمت مل سکتی ہے ۔ کِس قسم کی راحت اور کِس قسم کا ذوق حاصل ہو سکتا ہے ؟ اشارہ یہ ہے کہ ہر مومن دنیا میں اس طرح بسر کرے جیسے پاخانے میں ہے ۔ کہ بمقدارِ ضرورت ،

نفرت و کراہت و ناخوشی کے ساتھ نہ کہ رغبت اور خوشی کے ساتھ بیٹھا ہے۔ یہی کچھ حال دنیا کا ہے۔ اس سے ایک فرد کیا حصہ پا سکتا ہے کہ اسے لے کر دین کو چھوڑ دے۔ دین و دنیا کا اجتماع ناممکن ہے۔ اے بھائی! اگر کل بہشت میں دیدار کا وعدہ نہ ہوتا تو اس گروہ کی زبان پر بہشت کا ذِکر بھی نہ آتا۔ کہتے ہیں کہ سلطان العارفین خواجہ ابویزید قدس اللہ سرہُ العزیز کی زبان پر کبھی دنیا کا ذکر آتا تو وضو فرماتے اور بہشت کا ذِکر آتا تو غسل فرماتے۔ لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ فرمایا دنیا حادث ہے پس اس کا ذکر معنوی طور پر حدث کے حکم میں آیا اور حدث سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر بہشت قضائے شہوت کی جگہ ہے پس اس کا ذِکر معنوی طور پر جنابت کے حکم میں آیا اور جنابت سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ یہ مردوں کی باتیں ہیں مخنثوں کا قصہ نہیں اس جگہ کوئی فضول بات نہ کرنی چاہیئے۔ تلوار کا وار سہتا اور تلوار چلاتا ہے وہ کوئی اور ہے کاسہ لیس اور گندخود اور ہے۔ شاہ و گدا ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ خبردار عاشقوں اور مردان راہ حق کو اپنی مختصر عقل کے ترازو میں نہ تول کہ یہ لوگ تیری ترازو کے حوصلے سے کہیں زیادہ ہیں۔ جہاں آفتابِ عشق چمکتا ہے وہاں ستارۂ عقل کی کیا مجال کہ تابندہ ہو۔ ہمیں ان احوال پر سوائے ایمان و تصدیق کے کوئی چارہ نہیں۔ اس موقعے کے لیے ایک بیت ہے ؎

طعمۂ کاں پاکبازاں را دہند
ہرگز اں کے نو نیازاں را دہند

(ترجمہ:- وہ لقمہ کہ پاکبازوں کو عطا ہوتا ہے۔ نئے نیازمندوں کو وہ کہاں نصیب ہوتا ہے)۔

اے بھائی! خوب سمجھ لو کہ یہی درویش درحقیقت بادشاہ ہیں۔ ان کے ملک اور ان کی بادشاہی کی حدود نہ دنیا میں سما سکتی ہیں نہ آخرت میں۔ اگر کوئی پوچھے کہ پھر

کہاں سماتے ہیں تو کہنا کہ صحرا ہے جسے فضائے ربوبیت کا نام دیتے ہیں ۔ اسی مقام کے لیے ایک بیت ہے ؎

مارا بجز ایں جہاں جہانے دگر است
جز دوزخ و فردوس مکانے دگر است

(ترجمہ :۔ ہمارے لیے اس جہان کے سوا ایک دوسرا جہاں ہے ۔ دوزخ اور جنت کے علاوہ ایک دوسرا مکان ہے)۔

جب ان کے ملک اور پادشاہی کا یہ حال ہو جس کا ایک شمہّ میں نے تمہارے گوش گذار کیا ہے تو اندازہ کرو کہ ان کے درویش اور مسکین کہلانے کا راز کیا ہے یقیناً وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ملک اور پادشاہی پر کسی کی نظر نہ پڑے ۔ اَلْعَیْنُ حَقٌّ اَیْ ثَابِتَۃٌ اَثَرُھَا (۵۹) ۔تمام ناموں میں وہ نام جو مخلوق میں بہت مکروہ ہے اور خلق اُس سے گریز کرتی ہے ان لوگوں نے اپنے لیے اختیار کر رکھا ہے اور خلق کی نظروں سے اِس طرح پردہ کر لیا ہے ۔چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

خلق آفتِ تست زود بگریز
وز سُود و زیانِ شان بہ پرہیز

(ترجمہ :۔ خلق تیرے لیے آفت ہے اس سے جلد بھاگ اور اُن کے نفع و نقصان سے پرہیز کر)۔

اے بھائی ! کہتے ہیں کہ اگر درویش فاقے سے ہے تو وہ رات اس کے معراج کی رات ہے ۔ فاقہ اور بھوک کارِ درویشی کی غایت ہیں ۔ کوئی بھی سیر ہو کر کھانے والا کبھی دین کی راہ پر نہیں چل سکتا ۔جب درویش کے پاس کچھ ہوتا ہے کھا لیتا ہے ۔ کچھ نہ ہو اور مستعار لے تو پھر درویشی کیا رہی ۔ کہتے ہیں کہ اگر فرعون بھوکا رہتا تو خدائی کا دعویٰ ہرگز نہ کرتا ۔پس یہ بلا پیٹ بھر کھانے سے پیدا ہوئی ۔ کہتے ہیں کہ شکم سیر

نمازی کو شیطان اپنا ہم کنار کر لیتا ہے اور بھوکے آدمی سے چاہے وہ سویا ہوا ہی ہو شیطان دور بھاگتا ہے۔ اسلام و ایمان کے بہتر (۷۲) اور کافری کے سات سَو (۷۰۰) فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ گرسنگی پسندیدہ اور سیری ناپسندیدہ ہے۔ شہوت ایندھن کی طرح ہے اور گرسنگی گویا آگ ہے۔ تمام شہوتیں بھوک کی آگ میں جل جاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ گرسنگی ایک ایسا ابر ہے جس سے بارانِ حکمت ہی برستا ہے۔ اور سیری ایک ایسی آفت ہے جو کفر و معصیت کی راہ کے سوا اور کچھ نہیں دکھاتی۔ یہاں بھید کی بات یہی ہے جو اس مثنوی میں کہی گئی ہے

نفس قانع گر گدائی میکُند
در حقیقت پادشاہی میکُند
دوست را زاں گُرسنہ دارد مدام
تا ز جانِ خویش سیر آید تمام

(ترجمہ :۔ نفس اگر قانع ہے تو گدائی سے کچھ نہیں ہوتا وہ فقیری میں شاہی کرتا ہے۔ اِسی مصلحت سے دوست کو ہمیشہ بھوکا رکھتے ہیں تاکہ اسے اپنی جان ہی سے مکمل سیری ہو جائے)۔

اے بھائی! درویشی اور مسکینی راحت تمام ہے کہ دنیا اور اہل دنیا کی بلاؤں سے محفوظ ہے۔ درویشی کے کام میں سختی کی غرض و غایت یہ ہے کہ مُرید کو فاقے کی نوبت آجائے کیونکہ فاقے کی شب اس کے لیے معراج کی شب ہوتی ہے۔

اے بھائی! ملک اور ملکوت میں جو کچھ تھا وہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کے آگے شبِ معراج میں لایا گیا۔ مگر آپ نے انہیں گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھا۔ اور فرمایا اَلْفُقْرُ فَخْرِیْ کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائک بنایا گیا اور بہشت کے آٹھوں طبقے اُنہیں انعام کر دیئے گئے تو ناگاہ

ان کی نگاہ فقر و فاقہ کی رمزیت پر پڑی ۔ جی اتنا مائل ہوا کہ آٹھوں بہشت ایک دانۂ گندم کے عوض بیچ ڈالے ۔ خرقۂ فقیری اوڑھ لیا اور بوستانِ بہشت کو چھوڑ کر خارستانِ دنیا کا سفر اختیار کیا ۔ اس نسبت سے تم ہی فیصلہ کرلو کہ بہشت کی مملکت و بادشاہی کا ایک دانۂ گندم کے عوض فروخت کر دینا گھاٹے کا سودا تھا یا منافع کا ۔ انہی معنوں میں بیت ہے ؎

جانِ آدم چوں بسّرِ فقر سوخت
ہشت جنّت را بیک گندم فروخت

(ترجمہ :۔ آدم کی جان پر جب فقر کا بھید کھلا تو ایک گندم کے عوض آٹھوں جنتّیں بیچ بیٹھے) ۔

لے بھائی ! فرعون ، قارون اور نمرود کو جو کچھ دے رکھا تھا اگر آج تمھیں حاصل نہیں ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ تم اس کے لائق نہیں ہو بلکہ نگرانی کی گئی ہے کہ اس میں اس طرح ملوث نہ ہو جاؤ جس طرح وہ لوگ ہو گئے ۔ پس معلوم ہوا کہ دنیا کی بلاؤں سے نجات صرف قناعت میں ممکن ہے ۔ لہٰذا اپنے کام میں فقر و فاقہ پر استقامت اختیار کرو ۔ تاکہ اہل فقر و فاقہ کو کل قیامت میں جو دولت نصیب ہو گی اس میں تمھیں حصّہ میسر آسکے ۔ صاحبانِ فقر و فاقہ کو جو نعمت اور جو دولت ملے گی اسے دُنیا کے دولت مند جب آخرت میں دیکھیں گے تو اس کے آرزومند ہو جائیں گے ۔ اور کہیں گے اے کاش ! دنیا میں ہماری عمر گدائی میں بسر ہوتی ۔ بھید یہ ہے کہ ؎

نفس قانع گر گدائی می کُند
در حقیقت بادشاہی می کُند

(ترجمہ :۔ قناعت پسند نفس اگر گدائی کرتا ہے تو وہ درحقیقت بادشاہی کرتا ہے) ۔

اے بھائی! سمجھ لو کہ زاہد اور ہے، عابد اور ہے، اور درویش اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللهُ (۶۰) زاہدوں اور عابدوں کے گرد کیا چکّر لگانا سونا تو بس صرّاف کی دوکان ہی سے ملے گا نہ کہ بقال اور سبزی فروش کی دوکان سے ے

گردِ ہر شہر ہمہ زہ چوں گردی
دِل در آں رہ طلب کہ گم کردی

(ترجمہ :۔ ہر شہر میں کیا فضول گھومنا۔ دِل وہیں ڈھونڈنا چاہیئے جہاں اسے کھویا ہے)۔

بھائی! تم ایک طرف کو چلے۔ بلاشبہ وہاں جو کچھ موجود تھا، اُن عزیزوں نے تمہارے آگے رکھ دیا۔ اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتے تھے؟ معلوم نہیں تم اسی متاع کی طلب میں نکلے تھے یا طلب حق کے لیے۔ اگر اس متاع کی طلب میں نکلے تھے تو وہ تمھیں حاصل ہو گئی۔ اور تم نے اپنے مقصود کو پالیا۔ خوش رہو، خرّم رہو، شیخی کرو مریدی کرو۔ خانقاہ اور جماعت خانہ، دعوت اور جمعیت ہر روز میسّر رہے۔ اور اگر طلبِ حق میں چلے تھے تو طالب حق کے لیے تو یہ ساری متاع معنوی طور سے بُت وزُنّار ہے۔ آخرت کے بارے میں تم نے سنا ہی ہے کہ اَلاشْغَالُ بِالعُلُومِ الشَّرعِيَة وَالصَّلٰوةِ النَّوَافِلِ وَتِلَاوَةِ الْقُرآنِ اُمُورٌ حَسَنَةٌ وَلٰكِنِ شَانُ الطَّالِبِ شَانٌ آخَرِ (۶۱)۔ اسی طرف اشارہ ہے کہ ے

اے دریغا رد بھی شد شیر تو
تشنہ می میری و دریا زیر تو
تشنہ از دریا جُدائی می کُنی
بر سرِ گنجے گدائی می کُنی

گر بکنہ خویش رہ یابی تمام
قدسیا نرا فرع خود بینی تمام

(ترجمہ :۔ افسوس کہ تو شیر ہو کر بھی لومڑی بن گیا ہے ۔ دریا پہلو میں رکھ کر بھی پیاسا مر رہا ہے ۔ دریا سے پیاسا ہی جدا ہو رہا ہے ۔ خزانے پر بیٹھا ہے اور گدائی کر رہا ہے ۔ اگر تو اپنی حقیقت کا راز پالے تو ملائکہ کا جلوہ اپنے حسن و جمال میں دیکھے گا ۔)

سبحان اللہ ! جب طالبانِ حق کو وصال کی خوشی میسّر نہیں ہوتی تو اُس کی حسرت کا غم اور مصیبت اتنا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں کہ ایک دن کی اس مصیبت اور غم سے وہ زاہدوں اور عابدوں کے ستّر (۷۰) سالہ زہد و عبادت کو خرید لیتا ہے ۔ عطارؒ کی جان پر رحمت ہو جنہوں نے کہا ہے کہ ؎

کُفر کافر را و دیں دیندار را
ذرّۂ دردِ دلِ عطار را

(ترجمہ :۔ کُفر کافر کو مبارک ہو اور دیندار کو دین ۔ عطار کو بس دردِ دل کا ایک ذرّہ چاہیئے) ۔

اے بھائی ! آج درویش کی حیثیت کبریت احمر کی ہے ۔ یُسمعَ وَلَا یُریٰ[۶۲] زاہدوں اور عابدوں سے یہ کام بن نہیں سکتا ۔ اہلِ ظاہر، اہل عادت و رسم گو یا بت پرست ہیں منزل مقصود تک نہیں پہونچ نہیں سکتے ۔ اِسی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے ؎

دردِ عشق آمد دوائے ہر دلی
حل نشد بے عشق ہرگز مشکلی

اے دریغا جان و تن در باختیم
قیمتِ جان ذرّۂ نشناختیم

(ترجمہ :۔ دردِ عشق ہر دِل کی دوا ہے۔ عشق کے بغیر کوئی مشکل آسان نہیں ہوتی۔ ہائے افسوس ہم نے جسم جان کی بازی لگادی اور جان کی قیمت ایک ذرہ بھی نہ پہچان پائے)۔

پس کیا کیا جائے! بقدرِ امکان کام میں لگے رہو کہ وقت ابھی باقی ہے۔ اور اس بے نصیبی کے پردے کو جسے نفس کہتے ہیں، ہستی کہتے اور خودی کہتے ہیں اپنے آگے سے ہٹادو کہ اس کا یوں ہٹانا بحکم باطن تم پر فرضِ عین ہے۔ خواہ مسجد میں ہو یا بُت خانے میں، خواہ دستار کے ساتھ یا زنّار کے ساتھ۔ اس مثل میں اشارہ بھی ہے۔ اِنَّ فِی الخَمرِ مَعنیٰ لَیسَ فِی العِنَبِ (۶۳) اس رباعی میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے ؎

در بتکدہ گر خیالِ معشوقۂ ماست
رفتن بطوافِ کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ از و بُوئے ندارد کنش ہست
با بُوئے وصالِ او کنشِ کعبۂ ماست

(ترجمہ :۔ اگر بتکدے میں محبوب کا خیال دامنگیر ہے تو عقل کے حکم پر کعبے کا طواف کرنا خطا ہے۔ اگر کعبے میں اُس کی بُو نہ ہو تو کنشت ہے اور کنشت میں اس کے وصال کی بو ملے تو وہی ہمارا کعبہ ہے)۔

دوست در خانہ و ماگردِ جہاں گردیدیم
(دوست تو گھر میں ہے اور ہم ہیں کہ سارے جہاں میں اسے ڈھونڈتے پھرتے ہیں)۔
اسی طرح خاک و آب کو کیا دیکھنا۔ دیکھنا تو اُسے ہے جو اس خاک و آب میں مہیا

ہے۔ ورنہ مقدس ومطہر فرشتوں کا ایک عالم خاک کو کیوں سجدہ کرنا۔ خاک کو خلافت کا رتبہ بلند کیونکر ملتا۔ خواجہ عطارؒ سے سنو کیا کہتے ہیں۔

تا نیامد جانِ عالم آشکار
رہ ندانستند سوئے کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شُد پدید
زد کلیدِ ہر دو عالم شُد پدید

(ترجمہ:۔ یعنی جب تک تم پر اپنی حقیقت نہ کھلی تم خدا تک پہونچنے کے راستے سے آگاہ نہ تھے۔ آدم پیدا ہوتے۔ یعنی تم نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو دونوں جہاں کی کلید تمھیں مل گئی)

بہرحال کاتب الحروف کو جو کچھ فراہم ہوا لکھدیا۔ اور یہ تو مشہور ہے کہ وَلِلنَّاسِ فِیمَا یَعْشِقُونَ مَذَاهِبَ (۶۴)۔ اب بھائی طے کر لو کہ تمہارا مقصود کیا ہے۔ مگر ہوشیار رہنا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ بھی تمہارا مقصود ہے وہی تمہارا معبود ہے۔ اگر تم زبان سے ہزار مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو تو بھی کیا حاصل ؎

گر ہمہ عالم ثواب تو بود
تا تو میباشی عذاب تو بود

(ترجمہ:۔ اگر تمام عالم ثواب ہو جائے تو بھی جب تک تیرا نفس باقی ہے یہ سب کچھ تیرے لیے عذاب ہے)۔

الخلاصہ ہر چند کہ یہ بیچارہ بت پرست ہے۔ گرفتارِ نفس ہے، خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ (۶۵) ہے مگر دنیا اور آخرت میں اہل اللہ کے سوا کسی کو اپنا یار نہیں گردانتا۔ دل وجان سے ان کا بندہ و غلام ہے۔ دوسروں کو سلام اور یہ معذرت کہ ؎

منم و بادیۂ حسرت وگمراہی چند
تو عناں بازکش اے خواجہ کہ ہمراہ نہ

(ترجمہ: میں ہوں اور حسرت وگمراہی کے صحرا۔ اے خواجہ تُو تو باگ کھینچ لے کہ تو میرا ہمراہی نہیں)۔

اللہ کا شکر ہے کہ دولت آں برادر کو حاصل ہے۔ پس چاہیئے کہ مفلسوں اور گداؤں کو بے نصیب نہ چھوڑیں۔ اجابتِ دعا کا ہنگام ہے۔ تنہا خوری جوانمرد دل کا کام نہیں۔ شَرُّ النَّاسِ مَنْ اَکَلَ وَحْدَہٗ (۶۶)۔ وَاللہُ عَالِمٌ۔

فائدہ۔۱۳

خلق میں نیک نامی منافقت کی علامت ہے

شرفِ منیری جو علماء کے آستانے کا خار شستی کتا ہے بہ ہزار خجلت و شرمندگی اور بہ ہزار معذرت و سر افگندگی جناب صدر کے آستانے پر سلام و تحیّت بھیجتا اور کہتا ہے کہ یہ سگِ رُو سیاہ کون ہوتا ہے کہ جس کا ذِکر اتنی تواضع کے ساتھ جناب صدر نے کیا ہے۔ یہ تو ویسے ہی ہے کہ مشک سے کہا گیا "تجھ میں ایک عیب ہے"۔ اس نے پوچھا "وہ عیب کہاں ہے"۔ لوگوں نے کہا "تو ہر کس و ناکس کو بو دیتی ہے"۔ مشک نے جواب دیا "میں یہ تو نہیں دیکھتی کہ وہ کون ہے میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ میں کون ہوں"۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو آپ صاحبِ صدر اس مدبر مخزِ دل کو ملک المشائخ اور قُطب الاولیاء اور اپنے آپ کو اس کا معتقد کیونکر لکھتے؟ ہیہات! ہیہات! اس بدبخت کا کام اپنی شقاوت و ادبار سے۔ خاکساری ننگوں ساری، بت پرستی اور زنّار داری میں گذر چکا ہے اور اس بدبخت کے حق میں اس کی منافقت کی وجہ سے خلق کچھ اور گمان میں مبتلا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کسی شخص کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے۔ بعد میں کسی کو کہتے سنا کہ یہ مرد اس شہر میں نیک نام تھا۔ ان بزرگ نے کہا اگر مجھے پہلے سے یہ معلوم ہوتا تو میں اُس کی نمازِ جنازہ ادا نہ کرتا۔ لوگوں نے پوچھا "ایسا کیوں؟" فرمایا "جب تک آدمی منافق نہیں ہوتا خلق میں نیک نام نہیں ہوتا۔" اگر شہرت کے لحاظ سے دیکھیں تو دنیا میں شیطان اس مُدبر سے زیادہ مشہور ہے۔ اے صدر بزرگوار! اسلام نہ تو یہ دین ہے کہ ہر ملوّث اور ناشستہ رو کو اپنا جمال دکھاتا ہے۔

لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۶۷)۔ ایک جہاں ہے کہ اس کے در پر پڑا ہے۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِکُوْنَ (۶۸)۔ ایک عالم ہے کہ اس کی بارگاہ سے نکال دیا گیا ہے۔ دین کی صورت وہ نہیں ہے جیسا کہ خلق نے سمجھ رکھا ہے۔ وہ لوگ جو دیں پناہ ہیں ہر شئے کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسی کہ وہ ہے اور حقیقتِ کار سے آگاہ ہوتے ہیں۔ بعضوں نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا عَدَمًا لَا وُجُوْدَ لَهٗ (۶۹) اور بعض زُنّار گلے میں ڈالے دیرِ مغاں میں چلے آئے۔ اور جب علم و عقل کو ایک جانب رکھ دیتے ہیں تو سبھی یہ کہتے ہیں ؎

اُو علم نمی شُنید لب بر بستم

اُو عقل نمی خرید دیوانہ شدم

(ترجمہ :۔ وہ علم کی بات نہیں سُنتا اسی لیے میں نے اپنے لب بند کر لیے۔ وہ عقل کا خریدار نہیں اس لیے میں نے دیوانگی اختیار کر لی)۔

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار کا مفہوم بھی یہی ہے۔ اگر آج کوئی اپنی رسم و عادت کو اسلام کا نام دیتا ہے تو وہ اور بات ہے۔ اس کا جواب تو بس یہ مصرعہ ہے ؎

فردا کُنند خمار کہ امشب مستی

(ترجمہ :۔ آج رات پی کر مست ہو گئے ہو تو کل خُمار کی زحمت بھی اٹھانی پڑے گی)۔

جب مرگ کے دروازے پر پہونچو گے اور فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ (۷۰) کا انکشاف ہو گا تو تمھیں معلوم ہو گا کہ وہ دستار تھی یا زُنّار، اخلاص تھا یا نفاق۔ صومعہ کا در تھا یا بت خانے کا ۔

در کعبہ نمی دہند گر بار
در بتکدہ یار برہمن باش

(ترجمہ :۔ کعبے میں اگر رسائی نہیں تو بت خانے میں برہمن سے دوستی کرے)۔

فائدہ۔۱۴

مشائخ کے کلمات روئے زمین پر خدا کا لشکر ہیں

اے بھائی! سمجھ لو۔ اپنے اوراد و وظائف کی پابندی کرو۔ اور کسی حال ان میں کمی یا ان کا ترک مناسب نہیں۔ مشائخ کرام کی کتابوں اور اُن کے مکتوبات کے مطالعے سے کسی وقت خالی نہ رہنا چاہیئے۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ جو کام مشائخ نے کیے ہیں وہ ہم سے ممکن نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے ارشادات کا پڑھنا ہمیں کیونکر فائدہ پہونچا سکتا ہے۔ فرمایا "مشائخ کے کلمات روئے زمین پر خدا کا لشکر ہیں۔ اگر پڑھنے والا مرد ہے تو اسے بہادر مرد اور اگر نامرد ہے تو اسے مرد بناتے ہیں۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ زمانہ اگر ایسا ہو کہ اس میں کوئی بزرگ نہ ملے تو کیا کیا جائے۔ فرمایا۔ ان کی کتابوں اور ملفوظات سے کم از کم ایک جزو روز پڑھ لیا کرو۔ اس بیت میں یہی اشارہ ہے ؎

ہر کہ او کحلے گرفت از خاک پیر
خواہ پاک و خواہ گو ناپاک میر

(ترجمہ: جس کسی نے اپنے پیر کے قدموں کی خاک کا سُرمہ بنا لیا وہ پاک مرے یا ناپاک کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

اے بھائی! جو بھی زندہ ہے انہی کے سایۂ دولت میں زندہ ہے۔ ان ہی کے کلمات کے فیضان سے زندہ ہے۔ اور جو ایسا نہیں ہے وہ مردہ ہے۔ اور نفس کافر کا قیدی ہے۔ یہی بات اس بیت سے مترشح ہے ؎

روز و شب جاں میکنی بے زاد و مرگ
زیستن می خوانی آنرا تو نہ مرگ

ماندۂ آخر اسیرِ ننگ و نام
وانگہی گوئی کہ عمرم شد تمام

(ترجمہ :۔ دن رات بغیر زاد و راحلہ کے زندگی گذارتے ہو اور اس کو جینا کہتے ہو۔ موت نہیں سمجھتے ۔ تم تو زندگی بھر کے لیے ننگ و نام کے جال میں پھنس گئے ہو اور آخر کہتے ہو کہ میری عمر تمام ہو گئی)۔

آں برادر کہ جو تحریریں مل چکی ہیں انہیں مدام مطالعے میں رکھیں ۔ اور مطالعہ بھی اِس طرح کہ بحضورِ قلب ہو۔ نہ کہ رسم و عادت کے طور پر جیسے کوئی قِصّہ یا افسانہ پڑھ رہے ہوں ۔ یہ مطالعہ تنہائی میں ہو تو بہتر ہے ۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ اگر زمانہ ایسا ہو کہ اس گروہ کا کوئی آدمی بھی میسّر نہ آسکے تو کیا کیا جائے ؟ فرمایا ۔ ہر روز ان کی تصنیفات سے ایک جزو پڑھ کیا کرو ۔ جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو لازماً چراغ ہی سے روشنی حاصل کی جاتی ہے ؎

از بختِ بدم اگر فرو شد خورشید
از نورِ رُخت مہا چراغے گیرم

(ترجمہ : اگر میری بدبختی سے سورج غروب ہو گیا ہے تو اے ماہ میں نے تیرے رُخ کے نور سے چراغ روشن کر لیا)۔

رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحے عجب کار است

(ترجمہ :۔ میں ایک ایسے دریا پر پہونچا ہوں جس کی موجیں آدم خور ہیں ۔ نہ اس دریا میں کوئی کشتی ہے اور نہ ملاح ۔ یہ ایک عجیب معاملہ ہے)۔

اس دریا کی کشتی عشق ہے ۔ اور اس کا ملاح عنایتِ حق ہے ۔ اس دریا میں خوف و خطر گوناگوں ہیں ۔ ایسے میں کیا ہو ؟ مجھ بے چارے کے کلمات اگر پیشِ نظر

رہیں تو اُمید ہے کہ اِس دریا کے تلاطم سے کہ جس کی موجیں آدم خور ہیں بہ سلامت پار اُتریں۔ اس دریا کو عبور کرتے ہوئے جو عقدہ بھی درپیش آئے ان کلمات سے اس کا حل طلب کیا جائے کہ آں برادران کے معانی پر مطلع ہیں۔ ان کے قانونِ اشارت پر وقوف رکھتے ہیں۔ اس طرح تصور کیا جائے کہ یہ کلمات زبانِ کاتب سے ادا ہو رہے ہیں کیونکہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ (۹) اس دعاگو کی طرف سے جو کلمات آں عزیز کو پہونچ چکے ہیں اور آئندہ پہونچینگے سب کے سب اس دعاگو کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور جو بات اس دعاگو کی زبان سے ادا ہوتی ہے اس کے دِل کی آواز ہے۔ ہر بات جس کی زبان نے دعوت دی ہے دِل اس کا داعی ہے۔ مَنْ یُّطِعِ اللِّسَانَ فَقَدْ اَطَاعَ الْقَلْبَ (۱۰) وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (۲۷)۔ جب تم دیکھتے ہو کہ زبان قلب کی ترجمان ہے تو اس پر پوری طرح غور کرو اور خاطر جمع رکھو کہ بختِ بلند حاصل ہے۔ آں برادر نے ہمت کر کے کشتی دریا میں ڈال دی ہے خدا تم کو کامیاب کرے۔ اس دریا کے موتی عزیز اور جواہر نایاب ہیں۔ اس کا غوّاص وہ عاشقِ صادق ہے جس نے اپنی جان کی بازی لگا دی ہے۔ یہ شناوری ہر کس و ناکس، بد ہیئت مخنّث اور شکم پرست کے حصے میں نہیں آتی۔ اس کی جان پر خدا کی رحمت جس نے کہا ہے

رَو بازی کن کہ عاشقی کارِ تو نیست

(ترجمہ: جا کھیل میں لگ جا۔ عاشقی سے تجھے کیا سروکار)۔

فائدہ۔ ۱۵

صاحبانِ ہمت اور طالبانِ حق کون و مکاں کے اسیر نہیں

اے بھائی سنو! خواجہ یحییٰ معاذ رازی علیہ الرحمتہ نے خواجہ سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کو لکھا کہ آپ کے ہاں کوئی ایسا آدمی ہے جو ایک قطرہ پی کر مست ہو گیا ہے۔ سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے ترقیم فرمایا کہ یہاں ایک ایسا آدمی ہے کہ دریا کے دریا پی گیا اور ھَل مِن مَزِید کا نعرہ و فریاد بلند کرتا ہے۔ اس بیت میں یہی اشارہ بیان ہوا ہے ؎

قطرۂ کو غرقۂ دریا بود
ہر دو کونش جُز خدا سودا بود

(ترجمہ:۔ وہ قطرہ کہ دریا میں غرق ہوا اُس کے لیے سوائے خدا کے دونوں جہاں خبط اور سودا ہیں)۔

اے بھائی! محبت تو آتش کبریت ہے اور محبوں کا دِل خوابیدہ آتشکدہ ہے۔ اگر سانس باہر نکالے تو ایک جہاں جل اُٹھے اور اگر سانس اندر کھینچے تو خود جلنے لگے۔ آفتاب کے عاشق کے حصّے میں راحت نہیں رکھی گئی۔ کیا خوب وہ ہمّت ہے جو آب و گل میں ڈال رکھی ہے۔ اے بھائی! صاحبانِ ہمّت اور طالبانِ حق کون و مکاں کے اسیر نہیں۔ کسی چیز کا دیکھنا اور سُننا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ ایک صاحبِ ہمّت کا کہنا ہے کہ ؎

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شُد
ہمچو خورشید از بلندی فرد شُد

ہر کہ از ہمت دریں رہ آمدہ است
گر گدائی می کند شہ آمدہ است

(ترجمہ :۔ جو کوئی صاحبِ ہمت ہوا مرد ہوا۔ سورج کی طرح بلندی میں یکتائے روزگار ہوگیا۔ جس نے ہمت کے ساتھ اس راہ میں قدم رکھا اپنی بے سرو سامانی کے باوجود مالکِ ایں و آں ہوگیا)۔

ہمت کون و مکاں سے بے نیاز ہے۔ ہر وہ چیز جو کُن فیکون کی پستی کے تحت وجود میں آئی ہے۔ اور حدوث کا داغ رکھتی ہے اُسے راہِ حق کے لیے بت و زنار سمجھو۔ باہمت اُسے حقارت سے دیکھتا ہے۔ اُسے وہی سمجھتا ہے جو اُس مردِ عارف نے کہا ہے ؎

بے وصالِ تو جاں چہ کار آید
بے جمالت جہاں چہ کار آید

(ترجمہ :۔ تیرے وصال کے بغیر جان کا کیا حاصل ۔ تیرا جمال نہ ہو تو یہ دنیا کس کام کی)۔

دیکھو! اُس سالکِ راست رفتار مالک دینار رحمتہ اللہ علیہ نے کیا مناجات کی ہے۔ فرماتے ہیں "بار خدایا! مجھے بہشت میں کیوں لے جاتا ہے جب کہ میں تیرے کوچے ہی میں خوش ہوں۔ اے مالک! تو مجھے خاک کر دے اور بہشت کی بخشش اُن کے لیے روا رکھ جو اس کے طالب ہیں"۔ اور دیکھو وہ مستِ الستِ یزدانی عین القضاۃ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے "یہاں کھانا اور پینا، وہاں کھانا اور پینا، حاشا و کلاّ کھانے اور پینے میں سارے بہائم ہمارے ہم کاسہ ہیں۔ زہے ہمت کہ مردوں کی صلا یہ ہے ؎

سگِ دوں ہمت استخواں جوید
پنجۂ شیر مغز جاں جوید

(ترجمہ: پست ہمت کتا ہڈی کی تلاش میں سرگرداں ہے لیکن پنجۂ شیر تو مغزِ جاں کا متلاشی ہے۔

شاید تمہاری نظر اس ورق پر نہیں پڑی کہ اَعَدَّدْتُ بِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (۳)

اے بے ہمت یہاں آب دنان کا کیا مقام۔ ایک عزیز کا کہنا ہے "ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو خلق کے درمیان بھیجا۔ لیکن بے گانوں کے حصے میں آشنائی کا ایک ذرہ بھی نہ آیا۔ اے کاش! خود حضرت جل شانہ اپنے عشق سے ایک ذرہ بھیج دیتا تو کوئی بھی ناآشنا نہ رہتا۔ اے بھائی مرکبِ عشق ایک ایسا مرکب ہے کہ ایک قدم میں دو عالم سے باہر اور لامکاں میں جولاں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

در عالمِ عشق اگر بکار آئی تو
در دفترِ عشق در شمار آئی تو
جبریل امیں رکاب دار تو بود
بر مرکبِ عشق گر سوار آئی تو

(ترجمہ:۔ اگر تو عالمِ عشق میں کام کے لیے نکل آئے اور دفترِ عشق میں تیرا نام درج ہو جائے اور تو مرکبِ عشق پر سوار آئے تو جبریل امیں تیرے رکاب دار ہوں گے)۔

لیکن طالب میں بوجھ اُٹھانے کی قابلیت چاہیئے تاکہ ایک دِن مطلوب کے در پر اُس کی رسائی ہو۔ اس کی رہگذر تو سر منزلِ دار ہے۔ اس دولت کا اس آسانی سے میسّر آنا مشکل ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

گر رہ گذر عشق تو بردار بود
آساں بود اے پسر نہ دشوار بود

از خارچہ باک آید آنرا کورا
معشوق دلش میانِ گلزار بود

(ترجمہ :۔ اگر تیرے عشق کی رہ گذر سولی پر ہے تو لے بیٹھے یہ مرحلہ آسان ہے دشوار نہیں۔ جو یہ جانتا ہے کہ اُس کا مطلوب گلزار کے درمیان ہے تو اسے بھلا کانٹوں کا کیا ڈر)۔

مطلوب طالب سے دور نہیں ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (۴) طالب کی دُوری اِس سبب سے ہے کہ وہ اپنے آپ سے محجوب ہے۔ جب عشق ہستی کے پندار وخیال سے باہر آئے گا تو مطلوب کو عیاں پائے گا۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

معشوق عیاں بود نمی دانستیم
بامن بمیاں بود نمی دانستیم
گفتم بہ طلب مگر بجائے برسم
خود تفرقہ آں بود نمی دانستیم

(ترجمہ :۔ معشوق ظاہر تھا مگر مجھے معلوم نہ تھا۔ وہ میرے اندر تھا مگر مجھے خبر نہ تھی۔ میں نے کہا تھا کہ طلب کے ذریعے شاید منزل تک پہونچ جاؤں گا۔ یہ بات خود تفرقے کی تھی مگر میں واقف نہ تھا)۔

اے بھائی ! سر مستوں کا اشتیاق اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَنْتَ اَنَا وَلَا غَيْرِىْ (۵) ؎

عجب مدار زبارانِ عشق تخم محب
چو سبزہ از گلِ محمود دگر ایاز آید

(ترجمہ :۔ اس پر تعجب نہ کر داگر بارانِ عشق کے فیضاں سے محمود کی مٹی میں بویا ہوا

بیج ایاز کی طرح سبزہ بن کر اُگے)۔

جب تک اَلْمُحِبُّ مَحْوٌ فِی حُکْمِ الْمَحْبُوبِ (۶۷) کی روش زندہ ہے اس کا حال بھی یہی ہے۔ جب تفکّرِ جمال کرتا ہے طرب اندوز ہوتا ہے اور جب تفکّرِ جلال کرتا ہے فریاد کُناں ہوتا ہے ؎

مرا مگوی کہ سعدی چرا پریشانی
خیالِ روی تو ہر دم ہمی کُند بترم

(ترجمہ :۔ مجھ سے یہ مت کہو کہ سعدی تیری پریشانی کی وجہ کیا ہے۔ ہر دم اُس کے روئے زیبا کا خیال میرا حال برا کرتا رہتا ہے)۔

فایدہ ۔ ١٦

دنیا آخرت کی کھیتی ہے

اے بھائی! جان لو کہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ ۔ جس قدر ہو سکے کام میں لگے رہنا چاہیئے ۔ دست و زبان سے، قلم اور کاغذ سے، نقد و جنس سے دلوں کی راحت کا سامان کر دو اور اسے ایک کارِ عظیم سمجھو ۔ دُنیا کے عیب اور دنیا کے نقشے اتنے ہیں کہ جلدوں کی جلدیں سیاہ ہو گئیں مگر ان کا بیان ختم نہ ہوا ۔ بایں ہمہ دُنیا کا بس ایک ہی ہنر ہے کہ وہ مزرعہ آخرت ہے ۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ حق تعالےٰ تک پہونچنے کی راہیں کتنی ہیں ۔ فرمایا کہ ذراتِ موجودات میں ہر ذرّہ خداوندِ جل و علا کی ایک راہ ہے ۔ مگر کوئی راہ دلوں کو راحت پہونچانے کی راہ سے قریب تر مفید تر نہیں ۔ ہم نے اُسے اسی راہ سے پایا ہے ۔ اور اپنے مُریدوں کو بھی ہم اسی کی وصیت کرتے ہیں ۔ ایک بزرگ کے آگے اسی مطلب کی ایک بات کہی گئی کہ شہر کا والی شب بیدار ہے اور کثرت سے نفل نمازیں ادا کرتا ہے ۔ فرمایا بے چارہ اپنی راہ بھول گیا ہے اور دوسروں کا کام خود اختیار کر لیا ہے ۔ لوگوں نے کہا اے شیخ! یہ بات کیوں کر ہوئی ؟ فرمایا اس لیے کہ اس کے لیے راہِ سلوک یہ تھی کہ وہ گوناگوں نعمتوں سے بھوکوں کی ضیافت کرتا، ننگوں کو نوع بنوع کپڑے پہناتا، اُجڑے ہوئے دِلوں کو آباد کرتا اور حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا ۔ نفل نمازیں اور شبِ بیداری تو درویشوں کا کام ہے ۔ ہر شخص کو اپنے شایانِ شان کام کرنا چاہیئے ۔ ایک دِل شکستہ کا ڈھونڈھ نکالنا اور ایک برباد دل کا آباد کرنا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ تورات بھر جاگتا رہے ۔ ہر چیز شکستہ ہو کر بے قیمت ہو جاتی ہے سوائے دِل کے ۔ دِل جتنا شکستہ ہو گا اُتنا ہی گراں قیمت ہو گا ۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام

نے مناجات کی اور فرمایا کہ "خداوندا! میں تجھے کہاں پاؤں؟" جواب ملا اَنَا عِندَ الْمُنكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لِاَجْلِىْ (۷) شکستہ دِلوں کے پاس ڈھونڈو۔ کہا خداوندا کوئی دِل ایسا نہیں ہے جو میرے دِل سے زیادہ شکستہ ہو۔ فرمان ہوا کہ بس میں وہیں ہوں۔ اے بھائی! بہشت جو مخلوق ہے اُسے دنیا کے ساتھ نہیں پا سکتے تو بہشت کے خالق کو دنیا کے ساتھ پانا بالکل ناممکن ہے۔ اسی موقعے کے لیے ہے کہ تمام عبادتوں کا سرچشمہ ترکِ دُنیا ہے۔ تَرْکُ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ عِبَادَةٍ (۸) اور جب دنیا خلق کے لیے حجاب ثابت ہوئی تو اُسے اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَا فِیْهَا (۹) کی لعنت سے داغا گیا۔ مگر ہاں خبردار کہ اسبابِ دُنیا بقدرِ ضرورت ملعون نہیں ہیں اور جو ضرورت سے تجاوز کر جائے اور خیرات و حسنات کی راہ میں صرف ہو وہ بھی ملعون نہیں۔ اسی موقعے کے لیے ہے ؎

نیست دنیا بد اگر کاری کُنی
بہ شود گر عزم دین داری کُنی

(ترجمہ:۔ اگر تم کوئی نیک کام کرو تو دنیا بری نہیں ہے اور اگر دین داری کا قصد کرو تو اس سے دنیا بہتر ہو جاتی ہے)۔

اگر کسی کو مال و دولت حاصل ہو جائے اور اسے اپنی نفسانی خواہشات، راحت اور لذّت پر صرف کرتا ہے یا اسی میں پھنس جاتا ہے تو دنیا ملعون ہے۔ اسی مقام کے لیے ہے ؎

گر دلت آگہ زِ معنی آمدہ است
کار و نیت ترکِ دُنیا آمدہ است

(ترجمہ:۔ اگر تیرا دِل معنی سے آگاہ ہو گیا ہے تو تیرا کام اور تیری نیت ہی ترکِ دُنیا ہے)۔

اے بھائی! بندے کا دِل ہی منظورِ باری تعالیٰ ہے نہ کہ اُس کا ظاہر۔ جیساکہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (۸۰) پس اگر ظاہراً بندہ دنیاوی اشغال میں ملوث ہے تو اسے چاہیئے کہ اپنے دِل کو، کہ منظورِ حق وہی ہے، دنیا کی محبت سے خالی رکھے کیونکہ دنیا کی محبت دِل کی آنکھ کا پردہ ہے۔ جب دِل اندھا ہو جاتا ہے تو آخرت کے احوال اس سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اور سب ہی نے کہا کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (۸۱) پس دِل میں اس کی محبت کا گھر کر لینا بُرا ہے۔ اگر دِل میں اس کی محبت نہ ہو تو سارا عالم اس کے دستِ قدرت میں ہے اور اس کی ملکیت ہو اور اسے کوئی خوف نہیں۔ دیکھتے نہیں کہ سلیمان پیغمبر علیہ السلام کو سارے عالم پر بلا شرکتِ غیرے بادشاہی حاصل تھی مگر ان کے قلبِ مبارک میں اس کی مطلق محبت نہ تھی اس لیے ساری دنیا مہیا ہونے کے باوجود وہ سرخیلِ زاہداں تھے۔ اگر کسی کا ہاتھ دولتِ دنیا سے خالی ہے مگر اس کے دِل میں دنیا کی طلب و محبت ہے تو یوں سمجھو کہ وہ دنیا میں غرق ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عالم چار سو صندوقوں میں سمانے والی کتابوں کا علم اپنے سینے میں رکھتا تھا۔ سوائے علم کے بیان اور طاعت و زہد کے اُس کا کوئی وظیفہ نہ تھا۔ مگر اس کا دِل دنیا کی محبت سے آلودہ تھا۔ اس دور کے پیغمبر کو وحی کے ذریعے ہدایت کی گئی کہ اُس عالم کو بتائیں کہ اگرچہ تو نے روز و شب طاعت میں بسر کیے، چار سو صندوق کتابوں کا علم تجھے حفظ ہے مگر تیرا دِل دنیا کی محبت سے آلودہ ہے اس لیے تیری کوئی طاعت اور خدمت ہماری بارگاہ میں مقبول نہیں۔ کیا خوب کہا ہے جس نے بھی کہا ہے ؎

صد جہانِ علم با معنی بہم
دوزخ آرد یار با دُنیا بہم

چوں زدلِ دُنیات دُور افگندہ نیست
جائے تو جُز آتشِ سوزندہ نیست

(ترجمہ :- سینکڑوں جہانوں کا ظاہری اور باطنی علم حاصل ہونے کے باوجود دنیا کی محبت دوزخ ہی مہیا کرتی ہے ۔جب تک تیرے دِل سے دنیا دُور نہ ہو گی تیرا ٹھکانہ آتشِ سوزاں کے سوا کچھ اور نہ ہو گا)۔

اے بھائی ! واقعہ سخت ہے جو آج ہمارے درمیان آپڑا ہے ۔ اگر کوئی طبیب کافر ہم سے کہے کہ فلاں چیز نقصان کرے گی نہ کھاؤ تو ہم اسے ترک کر دیتے ہیں اور نہیں کھاتے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران علیہم السلام آئے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جان ہے ۔ مگر ہم میں سے کوئی بھی دُنیا سے ہاتھ نہیں کھینچتا ۔ اور ہم رات دِن دُنیا کی طلب میں مصروف ہیں پس بات یوں ہوئی کہ کافر طبیب نے جو کچھ کہا وہ تو ہمارے دِل پر نقش ہو گیا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر جس بات کو کہتے رہے وہ ہمارے دل میں راسخ نہ ہو سکی ۔ اب تم ہی بتاؤ یہاں ایمان کہاں ہے ؟ مسلمان کہاں ؟ کسی نے کہا ہے ؎

ترک دُنیا گیر تا دینت بود
آں بدہ از دست تا اینت بود

(ترجمہ :- ترک دنیا اختیار کر تا کہ تمہارا دین بن جائے ۔ اُس سے ہاتھ دھو لو کہ یہ ہاتھ آجائے)۔

فائدہ ۔ ۱۷

اولیاء اللہ میں تین سو چھپن ایسے ہیں جو ہمیشہ عالم سیر میں رہتے ہیں

اے بھائی! جان لو کہ چار ہزار اولیا چھپے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے۔ اپنے جمال سے واقف نہیں۔ اپنے تمام احوال میں اپنے آپ سے اور خلق سے مستور رہیں۔ حدیث شریف میں آیا اور اولیار کے سخن اسی پر ناطق ہیں۔ مگر جو اہل حل وعقد اور سر نہگانِ درگاہ حق ہیں وہ تین سو ہیں۔ انہیں اخیار کہتے ہیں۔ چالیس دوسرے ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ ستر دوسرے ہیں کہ جنہیں ابرار کہتے ہیں۔ چار دوسرے ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں۔ پانچ اور ہیں جنہیں نُجبار کہتے ہیں۔ تین اور بھی ہیں جنہیں نقبائ کہا جاتا ہے اور ایک وہ ہیں جنہیں قطب اور غوث کہتے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے سے شناسا ہوتے ہیں اور کاموں میں ایک دوسرے کے محتاج۔ اس ضمن میں ایک روایت ہے کہ خواجہ اویس قرنیؓ کو عالم بشریت میں سائیس کی شکل میں پوشیدہ رکھا گیا۔ سوائے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی انہیں نہ پہچان سکا۔ قیامت کے روز جب اُن کا حشر ہوگا تو سات ہزار فرشتوں کو اُن کی صورت میں ظاہر کیا جائے گا تاکہ کوئی ان تک نہ پہونچ سکے۔ جہاں کہیں کہ ولی کی مملکت کا علاقہ ہوتا ہے اُس میں درد بھرا ہوتا ہے اور یہ درد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک سینے سے ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خبر دی کہ قیامت کے روز اہلِ سعادت سے کہا جائے گا کہ "تم لوگ دار السلام جاؤ اور اویس قرنیؓ سے کہو کہ آفتابِ قیامت آج پورے جلال سے چمک رہا ہے آپ سایہ عرش میں آئیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مجرموں کی شفاعت کے لیے زبان کھولیں ہمارا حکم یہ ہے کہ قبیلہ

ربیع و مضر کے بھیڑوں کے بالوں کے برابر محمدؐ کے گنہگاروں کو آپ کی شفاعت پر فردوس بھیجیں گے۔" اویسؓ جب تک اس دُنیا میں تھے خلق سے اپنے آپ کو اس طرح چھپائے رکھتے تھے کہ ان کے قبیلے میں ان سے زیادہ حقیر کوئی نظر نہ آتا تھا۔ اُن کے قبیلے میں جہاں سب سے زیادہ سنگ باری ہوتی وہاں وہ خود کو ہدف بننے کے لیے پیش کر دیتے سارے لوگ اُن کا مذاق اڑاتے اور اُن کی سبکی کرتے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے سینے میں اُن کی (اویسؓ) سعادت کی تختی اس طرح پڑھی کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسُ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ (۸۲)

جب حضرت ہرم بن حبان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے خواجہ اویسؓ کو دیکھا تو کہا یَا اُوَیْس حَدِّثْنِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہ لَاَحْفَظَہٗ مِنْکَ۔ یعنی اے اویسؓ مجھے رسول اللہ صلعم کی حدیث سُنایئے کہ میں آپ کے حوالے سے اُسے یاد رکھوں۔ فرمایا مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ لوگ مجھے گھیر لیں اور مجھے محدث اور مفتی بنا دیں میں اس سے زیادہ اہم کام میں مشغول ہوں۔ مجھے تو معذور ہی رکھیئے۔ ہمارے سینے میں یہ قصہ ہی محو کر دیا گیا ہے۔ حدیث بیان کرنے کی مہلت کہاں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے ایک مہر نے میرا دامن پکڑ رکھا ہے اور مجھے کسی اور کام کے لیے نہیں چھوڑتی۔ مجمع السائرین میں بیان ہوا ہے کہ خداوند عزوجل کے اولیاء میں (۳۵۶) ایسے ہیں جو ہمیشہ عالمِ سیر میں رہتے ہیں۔ جب ان میں سے ایک اس عالم سے کوچ کرتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس طرح ان کی تعداد (یعنی ۳۵۶) ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ یہ (۳۵۶) لوگ چھ طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ تین سو، چالیس، سات، پانچ، تین اور ایک جو دنیا کے قطب ہیں جن کے وجود کی برکت سے یہ دنیا قائم ہے۔ اور اگر وہ دنیا سے اس حالت میں رحلت کر جائیں کہ کوئی ان کی جگہ لینے والا موجود نہ ہو تو دنیا میں آفت برپا ہو جاتی ہے۔ قطب جب اس عالم سے کوچ کر جاتے ہیں تو تین افراد والے گروہ میں سے ایک اُن کی جگہ لیتا اور پانچ والے گروہ سے

ایک فرد تین فرد والے گروہ میں سات فرد والے گروہ میں ایک پانچ فرد والے گروہ میں، چالیس فرد والے گروہ سے ایک سات فرد والے گروہ میں اور تین سو کے گروہ میں سے ایک فرد چالیس والے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ پھر جملۂ خلائق میں سے ایک تین سو والے گروہ میں شامل ہو کر اس تعداد کو پورا کرتا ہے۔ اس طرح یہ (۳۵۶) اولیا ہمہ وقت سارے عالم میں مصروفِ کار ہیں تاکہ ان کی برکت ہر سُو جاری و ساری رہے۔ وہ اِس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ بظاہر وہ عام لوگوں کی طرح جیتے ہیں مگر باطن میں خدا کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ محبت ولایت اور معانی کا تعلق ان کے باطن سے ہے ظاہر سے نہیں انہیں کمال قدرت حاصل ہے مٹی، ہوا، پانی، آگ صحرا اور پہاڑ ان کی راہ میں حائل نہیں ہوتے۔ وہ اگر مشرق میں ہیں تو اہلِ مغرب کو دیکھ رہے اور اُن کی باتیں سُن رہے ہوتے ہیں۔ اور مغرب میں ہوتے ہیں تو اہلِ مشرق کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ خشکی، تری، پہاڑ اور جنگل سب ان کی نظروں میں ایک ہیں۔ وہ پلک جھپکتے میں مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق پہونچ جاتے ہیں۔ ایک ساعت میں عرش پر جا پہونچتے اور وہاں سے لوٹ آتے ہیں۔ اسی طرح کی اور باتیں ہیں۔ اُن کی صفت سُنو ؎

صاحب خبراں کہ عالمِ دِل دارند
در نکتۂ غیب محرمِ اسرارند
در آئینۂ صفائے شاں زنگے نیست
زاں روئے زِنقشِ دونِ حق بیزارند

(ترجمہ :۔ وہ صاحبانِ خبر جو عالمِ دِل کے مالک ہیں غیب کے نقطہ کے رازوں سے واقف ہیں۔ اُن کے دِل کے صاف آئینے میں کوئی زنگ نہیں اسی لیے وہ حق کے سوائے ہر نقش سے بیزار ہیں)۔

فایدہ ۔ ۱۸

سالک جب تک عالم ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت سے نہیں گذرتا مقصود کو نہیں پاتا

اے بھائی! سمجھ لو کہ جب تک سالک عالم ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت سے نہیں گذرتا مقصود کو نہیں پاتا۔ جب تک ان میں سے ایک عالم سے گذر نہیں جاتا دوسرے عالم تک رسائی نہیں ہوتی۔ عالم حیوانیات کو ناسوت کہتے ہیں۔ ناسوت نفس کی صفت ہے جو مذموم ہے۔ اس منزل کا ہر فعل حواسِ خمسہ سے ہوتا ہے جیسے کھانا پینا پہننا، دیکھنا، سُننا، چکھنا، سونگھنا۔ جب مرید ریاضت و مجاہدات کی بدولت اِس عالم سے گذر جاتا ہے تو عالمِ ملکوت میں پہونچتا ہے۔ یہ فرشتوں کا مقام ہے۔ اس منزل کے افعال تسبیح، تہلیل، رکوع، سجود، قیام و قعود ہیں۔ یہ صفات قوتِ عاقلہ کی ہیں۔ اور سب حمیدہ ہیں۔ اور سالک جب اِس منزل سے ایسا گذرتا ہے کہ وہ اپنے افعال کو نگاہ میں نہیں لاتا تو عالمِ جبروت میں قدم رکھتا ہے۔ یہ عالم روح کی خاص صفات کا عالم ہے۔ اس منزل کا کام ذوق و شوق، طلب، وجد، سکر و صحو ہے۔ اِس عالم کا حاصل ذاتِ اقدس سے قربت ہے اور جب سالک اِن صفات سے مجرّد ہوجاتا ہے تو عالمِ لاہوت میں پہونچتا ہے۔ یہاں وہ حجابِ ذات کی صفات سے مشغول ہوجاتا ہے۔ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (۸۳)۔ اور وہ لامکان ہے۔ وہاں نہ گفتگو ہے نہ جُستجو۔ جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب اے بھائی سمجھ لو کہ آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حریصِ مُولَع بمعنی حریص گراد بندہ، دوسرے

تائبِ مُبتدی اور تیسرے عارف منتہی ۔ حریصِ مُولَع موت کو یاد نہیں کرتا اگر کرتا بھی ہے تو اپنی دنیاوی حالت پر افسوس کرتا اور اُس کو سُدھارنے کے لیے مشغول ہو جاتا ہے ۔ موت کا ذِکر ایسے آدمی کو خدا سے دور کرتا ہے ۔ مگر تائبِ مبتدی موت کو بہت یاد کرتا ہے تاکہ اِس کے سبب سے اس کے دِل میں خوف و خشیّت پیدا ہو اور توبہ پر بہ تمام و کمال قائم رہے ۔ لیکن عارفِ منتہی موت کو ہمیشہ یاد کرتا ہے ۔

عربی عبارتیں جو کتاب میں آئی ہیں اُن کا اُردو ترجمہ اور حوالے

نشان سلسلہ	عربی عبارات	ترجمہ	حوالہ
۱	یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ	اللہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔	سورہ مائدہ آیت (۵۴)
۲	اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ سِوَائِیْ۔	میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں سوائے میرے انھیں کوئی نہیں پہچانتا۔	حدیثِ قدسی
۳	لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔	اللہ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی نبیٔ مرسل کی گنجائش ہے۔	حدیثِ رسولؐ
۴	لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ	تم مقصود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔	″
۵	اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔	میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں جس کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔	″
۶	وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔	اللہ توفیق دینے والا ہے۔ بلند و بزرگ اللہ کی معیت کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے۔	دُعائے کلمہ
۷	یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔	جس دن (قیامت کے دن) نہ تو مال نفع پہونچائیگا اور نہ بیٹے مگر جو کوئی	سورۃ الشعراء آیت (۸۸)

		قلبِ سلیم لے کر اللہ کے حضور آئے۔	
۸	مَنْ قَتَلَهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ	جسے میں نے قتل کیا میں ہی اُس کا خون بہا ہوں۔	حدیثِ قدسی
۹	اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ۔	قلم دو زبانوں میں ایک زبان ہے۔	ضرب المثل
۱۰	اِنَّ لِلّٰهِ جَنَّةً لَیْسَ فِیْهَا حُوْرٌ وَلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی رَبُّنَا ضَاحِکًا۔	اللہ کے پاس ایسی جنت ہے جس میں حور و قصور نہیں ہیں بلکہ ہمارا رب تبسم و مسرت سے تجلی فرماتا ہے۔	قولِ صوفیاء
۱۱	لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔	اُن کے واسطے جنت فردوس ہے جہاں میہمانی ہوگی۔	سورہ کہف آخری رکوع
۱۲	وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ۔	ان کے اور ان کے مرغوبات کے درمیان پردہ حائل کیا گیا۔	سورہ السبا آیت ۵۴
۱۳	وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ۔	مجھ کو رسوا نہ کر جس دن لوگ زندہ اُٹھائے جائیں گے۔	سورۃ الشعراء آیت ۸۷
۱۴	وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ۔	اور اللہ کی طرف سے ان پر ظاہر ہو جائے گا وہ کچھ جو وہ گمان نہ کرتے تھے	سورۃ الزمر آیت ۴۷
۱۵	نَمْ نَوْمَةَ الْعُرُوْسِ۔	دُلہن کی نیند سو	حدیثِ رسولؐ
۱۶، ۱۷	وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔	اور وہ (اللہ) مُردے سے زندہ نکالتا اور وہ زندہ سے مُردہ نکالتا ہے۔	سورۃ الروم آیت ۱۹
۱۸	لَهُمُ الْبُشْرٰی۔	ان کے لیے خوشخبری ہے۔	سورۃ الزمر آیت ۱۷
۱۹	لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ	اُس دن (یعنی قیامت میں) مجرموں	سورۃ الفرقان آیت ۲۲

	لِلْمُجْرِمِيْنَ۔	کے لیے کوئی خوشخبری نہیں ہے۔	
۲۰	سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔	تم اُن کے چہروں پر سجدوں کی چمک دیکھو گے۔	سورۃ الفتح آیت ۲۹
۲۱	يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ	مجرمین پہچانے جائیں گے اپنے چہروں سے	سورۃ الرحمٰن آیت ۴۲
۲۲	إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ	بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔	سورۃ العنکبوت آیت ۶
۲۳	لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ۔	تاکہ اللہ پوچھے صادقوں سے اُن کے صدق کے بارے میں۔	سورۃ الاحزاب آیت ۸
۲۴	وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ۔	اور ہم آپہونچے ان کے کاموں پر جو انہوں نے کئے تھے۔	سورۃ الفرقان آیت ۲۳
۲۵	إِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ۔	بے شک تجھ پر میری لعنت ہے روزِ جزا تک۔	سورۃ ص آیت ۷۸
۲۶	فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔	پس اُس کی مثال اُس کتے کی ہے جس پر اگر تو بوجھ لاد دے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے۔	سورۃ الاعراف آیت ۱۷۶
۲۷	اَلتَّائِبُ عَنِ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔	گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جس پر کوئی گناہ نہیں۔	حدیثِ رسولؐ
۲۸	اَلْفَضْلُ لِمَنْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ۔	فضیلت اُسے جسے اللہ فضیلت دے نہ تو یہ عمل سے ہے نہ ذاتی جوہر سے۔	قولِ بزرگاں
۲۹	وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ	اور اپنی خطاؤں کی مغفرت چاہو۔	سورۃ مومن آیت ۵۵ سورۃ محمد آیت ۱۹

۳۱	لَا صَغِیْرَۃَ مَعَ الْاِصْرَارِ وَلَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ ۔	اصرار سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اور استغفار سے کبیرہ گناہ باقی نہیں رہتا	روایت
۳۲	لَا وَحْشَۃَ مَعَ اللّٰہِ وَلَا رَاحَۃَ مَعَ غَیْرِ اللّٰہِ ۔	اللہ ساتھ ہو تو تنہائی نہیں ہے اور غیر اللہ کی معیت میں راحت نہیں ہے ۔	قول بزرگاں
۳۳	لَوْ زَاحَمَنِی الْعَرْشُ لَمَحَقْتُہٗ	اگر عرش میری راہ روکے تو اُسے مٹا دوں	״
۳۴	وَلَوْ اَقْبَلَنِی الْکَوْنَانِ لَھَدَمْتُہٗ	اور اگر کونین میرے سامنے آئے تو اسے بھی ڈھا دوں ۔	
۳۵	یَا دَاوٗدُ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا ۔	اے داؤد جب تم میرے کسی طلب گار کو دیکھو تو اُس کے خادم بن جاؤ ۔	توریت کی روایت
۳۶	وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۔	اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا ۔	سورۃ النسا آیت ۱۶۴
۳۷	اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔	تنہا صبر کرو مل جل کر صبر کرو باہم ربط قائم رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔	سورۃ آل عمران آخری آیت
۳۸	وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ ۔	اور پھونکی اُس میں روح اپنی سے ۔	سورۃ ص آیت ۷۲
۳۹	بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ۔	بلکہ وہ باعزت بندے ہیں ۔	سورۃ الانبیا آیت ۲۶
۴۰	فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ ۔	پس گر پڑو اُس کے آگے سجدے میں ۔	سورۃ ص آیت ۷۲
۴۱	قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ۔	آپ کہہ دیجیے کہ روح اللہ کے امر سے ہے ۔	سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۵
۴۲	اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ۔	اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ۔	حدیثِ رسولؐ
۴۳	وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ ۔	تم دونوں اُس درخت کے پاس نہ جانا	سورۃ البقرۃ آیت ۳۵

۴۴	اِھْبِطُوْ مِنْھَا ۔	اُس سے نیچے اُتر جاؤ ۔	سورۂ بقرہ آیت ۳۸
۴۵	وَعَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ۔	آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بہک گیا ۔	سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۱
۴۶	خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ۔	میں نے اُسے دونوں ہاتھوں سے بنایا ۔	سورۂ ص
۴۷	اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ۔	میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں ۔	حدیثِ رسولؐ
۴۸	یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۔	اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔	سورۂ ابراہیم آیت ۲۷
۴۹	اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۔	اللہ جو چاہتا ہے اُس کا حکم دیتا ہے ۔	سورۂ مائدہ
۵۰	اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰیٓ اٰدَمَ ۔	بے شک اللہ نے آدم کو برگزیدہ کیا ۔	سورۂ آلِ عمران آیت ۳۲
۵۱	مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْٓ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ ۔	اللہ نے کسی چیز کا دھارا میرے سینے میں نہیں بہایا مگر میں نے ابوبکر کے سینے میں بہا دیا ۔	حدیثِ رسولؐ
۵۲	ھٰذَآ اِفْکٌ قَدِیْمٌ ۔	یہ قدیم جھوٹ ہے ۔	سورۂ احقاف آیت ۱۱
۵۳	اَلْاِرَادَۃُ تَرْکُ الْاِرَادَۃِ ۔	مرید ہونا اپنے ارادے کا ترک کرنا ہے ۔	قولِ بزرگاں
۵۴	مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔	جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی ۔	سورۂ انساء آیت ۸۰
۵۵	وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۔	اور ہم قرآن نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے ۔	سورۂ بنی اسرائیل
۵۶	کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ ۔	لوگوں سے اُن کی عقل کے معیار پر کلام کرو ۔	قولِ بزرگاں (ماخوذ از قرآن)
۵۷	اَلدُّنْیَا سَاحِرَۃٌ ۔	دنیا ساحرہ (جادوگرنی) ہے ۔	قولِ بزرگاں

۵۸	اَلعَینُ حَقٌّ اَیْ ثَابِتٌ اَثَرُھَا ۔	نظر بر حق ہے اُس کا اثر ثابت ہے ۔	مقولہ
۵۹	اِذَا تَمَّ الفَقرُ فَھُوَ اللّٰہُ ۔	جب فقر کامل ہے تو پھر اللہ ہی اللہ ہے ۔	قولِ صوفیا ۔
۶۰	اَلاِشتِغَالُ بِالعُلُومِ الشَّرعِیَۃِ وَالصَّلوٰۃِ النَّوَافِلِ وَتِلَاوَۃِ القُرآنِ اُمُورٌ حَسَنَۃٌ وَلٰکِنْ شَانُ الطَّالِبِ شَانٌ آخَرُ ۔	شرعی علوم، نفل نمازوں اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا اچھے کام ہیں لیکن طالب کی شان کچھ اور ہے ۔	ر ر
۶۱	یُسْمَعُ وَلَا یُریٰ ۔	سنا تو بہت لیکن دیکھا کچھ نہیں ۔	قولِ بزرگاں
۶۲	اِنَّ فِی الخَمرِ مَعنیً لَیسَ فِی العِنَبِ ۔	شراب میں جو بات ہے وہ انگور میں نہیں ۔	کہاوت
۶۳	وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعشِقُونَ مَذَاھِبُ ۔	عاشقی میں لوگوں کی اپنی اپنی راہیں ہیں ۔	کہاوت
۶۴	خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ	دنیا اور آخرت دونوں کھویا ۔	کہاوت
۶۵	شَرُّ النَّاسِ مَنْ اَکَلَ وَحدَہٗ	وہ آدمی بُرا ہے جو تنہا کھائے ۔	کہاوت
۶۶	لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا المُطَھَّرُونَ ۔	اُسے سوائے طاہروں کے کوئی نہیں چھوتا ۔	سورۃ واقعہ آیت ۷۹
۶۷	مَا یُؤمِنُ اَکثَرُھُم بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُم مُشرِکُونَ ۔	اُن میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ مشرک ہیں ۔	سورۃ یوسف آیت ۱۰۶
۶۸	اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا عَدَمًا لَاوُجُودَ لَہٗ ۔	اے اللہ ہمیں اِس طرح معدوم کردے کہ جس کا وجود ہی نہ ہو ۔	قولِ بزرگاں
۶۹	فَکَشَفْنَا عَنکَ غِطَائَکَ	پھر ہم تیری آنکھ سے پردہ ہٹا دیں گے	سورۃ ق آیت ۲۲

۷۰	مَنْ يُطِعِ اللِّسَانَ فَقَدْ أَطَاعَ الْقَلْبَ ۔	جس نے زبان کی اطاعت کی اُس نے دِل کا کہا مانا ۔	کہاوت
۷۱	وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۔	جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی ۔	سورۃ انسار
۷۲	أَعْدَدْتُ بِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ۔	میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے کچھ ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ تو آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سُنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں اُن کا خیال گزرا ہے ۔	حدیثِ قدسی
۷۳	وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔	تم جہاں بھی ہو خدا تمھارے ساتھ ہے	سورۃ حدید آیت ۴
۷۴	أَنْتَ أَنَا وَلَا غَيْرِيْ ۔	ہم تم ایک ہیں غیر نہیں ہیں ۔	مقولہ
۷۵	اَلْمُحِبُّ مَحْوٌ فِيْ حُكْمِ الْمَحْبُوْبِ	محبوب کے حکم میں عاشق گُم ہے ۔	مقولہ
۷۶	أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِأَجْلِيْ ۔	میرے لیے جن کے دِل ٹوٹے ہیں انہی کے قریب ہوں ۔	حدیثِ قدسی
۷۷	تَرْكُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ ۔	ساری عبادتوں کا سرچشمہ ترکِ دنیا ہے ۔	قولِ صوفیار
۷۸	اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَا فِيْهَا ۔	دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے	قولِ صوفیار
۷۹	إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ ۔	بے شک اللہ تمھاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمھارے دِلوں اور تمھاری نیتوں کو دیکھتا ہے ۔	حدیثِ رسولؐ

۸۰	حُبُّ الدُّنیا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ ۔	دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل ہے ۔	حدیثِ رسولؐ
۸۱	اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ ۔	البتہ میں پاتا ہوں رحمٰن کی خوشبو یمن کی طرف سے ۔	حدیثِ رسولؐ
۸۲	اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی ۔	بے شک تیرے رب کی طرف منتہا ہے ۔	سورۃ النجم آیت ۴۲

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

کے دو سو نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

مکتوبات دو صدی

مترجم

حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی فردوسی مدظلہ

تصحیح و ترتیب نو

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

سیرت فاؤنڈیشن

اسلامی علوم و فنون کا تحقیقی و اشاعتی ادارہ

۸۵۵- این- سمن آباد- لاہور

سالکانِ طریقت کے لئے خزینۂ معرفت و کلیدِ منازلِ فقر

○

تالیف و تصنیف

خادم الفقراء بندۂ ہادی

حضرت پیر غلام محمد صابری چشتی قادری نظامی عارفی رحمۃ اللہ علیہ

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵۔این۔سمن آباد ○ لاہور

الکہف والرقیم — فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — حضرت شیخ سید عبدالکریم جیلیؒ — اردو ترجمہ مولانا تقی حیدر کاظمی کاکوئی — مجلد قیمت ۱۵۰/- روپے

اللّٰہم صلِّ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (درود و فضائل درود پاک) — حضرت علامہ حبیب البشر خیری — مجلد قیمت ۱۵۰/- روپے

کبریت احمر (درود پاک) — حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ — شرح و اردو ترجمہ مولانا عبدالمالک کھوڑویؒ — مجلد قیمت ۷۵/- روپے

جمالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ — مجلد قیمت ۲۰۰/- روپے

اُسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — پروفیسر حمید احمد خان — مجلد قیمت ۶۵/- روپے

مکتوباتِ دو صدی — حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ — اردو ترجمہ حکیم سید شاہ فہیم الدین احمد شرفی فردوسی — مجلد قیمت ۲۵۰/- روپے

یازدہ رسائل — حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نوازؒ — اردو ترجمہ مولانا قاضی احمد عبدالصمد فاروقی قادری چشتی — مجلد قیمت ۱۵۰/- روپے

خاتمہ ترجمہ آداب المریدین — حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نوازؒ — اردو ترجمہ سید یٰسین علی نظامیؒ — مجلد قیمت ۱۰۰/- روپے

فوائد خواجہ بندہ نواز — حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نوازؒ — اردو ترجمہ محمد معشوق حسین خان سلطانیؒ — مجلد قیمت ۷۵/- روپے

تذکرہ حسین بن منصور حلاج — حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالویؒ — مجلد قیمت ۱۲۰/- روپے

تجلی ہجویر — حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخشؒ — حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالویؒ — مجلد قیمت ۵۰/- روپے

اسرارِ حقیقی — مکتوبات حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتیؒ — اردو ترجمہ حکیم نیاز احمد صابری — غیر مجلد قیمت ۳۶/- روپے

نظام توحید — حضرت شاہ محمد پیر شاہ چشتی صابری قادریؒ — غیر مجلد قیمت ۳۰/- روپے

مقصود کائنات — امام المتکلمین والمحققین علامہ حافظ محمد ایوب دہلویؒ — غیر مجلد قیمت ۲۵/- روپے

* *

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵ — این — سمن آباد — لاہور

تقسیم کار ○ دربار بک شاپ — دربار مارکیٹ — گنج بخش روڈ — لاہور

سیرت فاؤنڈیشن کی دیگر کتب تصوّف
واحد تقسیم کار
دربار بک شاپ، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ • لاہور
فون:۷۲۱۴۶۶۲